تالیف

مولانا روح اللہ نقشبندی

دارالاشاعت

اردو بازار ❋ کراچی ❋ فون 021-2213768

عمامے کے فضائل اور مسائل

تالیف

مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

دار الاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : ۲۰۰۵ء علمی گرافکس کراچی

ضخامت : ۲۷۶ صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی

بیت القرآن اردو بازار کراچی

ادارۃ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ 437-B ویب روڈ لسبیلہ کراچی

بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی

بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی

مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور

بیت العلوم 20 نابھ روڈ لاہور

مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور

مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
At Continenta (London) Ltd.
Cooks Road, London E15 2PW

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

فہرست مضامین

تیسرا باب: عمامہ شریف کی فضیلت احادیثِ نبویہ ﷺ کی روشنی میں

چوتھا باب: عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے کے فضائل کا ذکر

پانچواں باب: حضور اقدس ﷺ کا عمامہ مبارک اور اس کی تفصیل کا ذکر

چھٹا باب: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وسلف صالحین رحمہم اللہ کے عماموں کا ذکر

ساتواں باب: عمامہ میں شملہ لٹکانے کا ذکر

آٹھواں باب: عمامہ کے رنگوں کا ذکر اور سفید رنگ اور جدید سائنسی تحقیقات

نواں باب: عمامہ کو ٹوپی پر باندھنے کا ذکر

دسواں باب: نماز میں عمامہ پہننے کا مسئلہ اور سنن زوائد کا حکم

گیارہواں باب: حضور اقدس ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہ اللہ کے کرتے اور ان کی کیفیات کا ذکر اور آپ ﷺ کا لباس اور جُبّہ اور چادریں عمامہ اور ٹوپی کا ذکر

بارہواں باب: عمامہ شریف باندھنے کا صحیح طریقہ احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں

تیرہواں باب: حضور اقدس ﷺ اور صحابۂ کرام وتابعین کی ٹوپیوں کا ذکر

چودہواں باب: ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کا ذکر یعنی ٹوپی یا عمامہ کے ساتھ نماز پڑھئے

پندرہواں باب: عمامہ کی فضیلت والی احادیث پر اعتراضات کا تسلی بخش جواب

سولھواں باب: عمامہ شریف کے کچھ اہم مسائل

انتساب

میں اپنی ناچیز وحقیر کوشش کو مندرجہ ذیل بزرگان دین کے نام

☆ پیشوائے واقفان طریقت، شہسوار میدان طریقت، شیخ طریقت، بدر طریقت مہر شریعت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا محمد عبدالغفور عباسی مدنی نقشبندی نور اللہ مرقدہ

☆ غواص دریائے حقیقت، دریائے علم وعرفاں، رہبر سالکین، تاج عارفین، منبع اسرار، مرشد برحق، مشہور امن المدینہ حضرت مولانا عبدالحق العباسی نقشبندی نور اللہ مرقدہ

☆ امام العلماء والصلحاء، رئیس العلماء والاتقیاء، مہر درخشاں نیز تاباں، مرشد الآفاق شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

☆ شمس العارفین سید العابدین، مخزن محاسن الاخلاق، رہنمائے رہنمایاں، فخر الکاملین، سلطان العاشقین، شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد صاحب رحمہ اللہ (مدرسہ مظہر العلوم مینگورہ، سوات) .... منسوب کرتا ہوں۔

خاکپائے اہل اللہ
فقیر وحقیر محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

پسند فرمودہ

سلطان الزاہدین، سراج المقربین، فوائد السالکین، امام العلماء والصلحاء فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب دامت برکاتہم العالیہ (مکہ مکرمہ)

خلیفۂ مجاز

نور المشائخ شیخ الحدیث، سرتاج صوفیائے سالکین حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین امابعد کہ عزیز گرامی قدر الحبی فی اللہ محمد روح اللہ نقشبندی غفوری نے اپنے چند رسالے (عمامہ کے فضائل اور مسائل انسان اور بھول، اسم محمد ﷺ کے فضائل اور برکات، شرح اسمائے مصطفی ﷺ) دکھائے جو دینی امور سے متعلق ہیں، مختلف جگہوں سے اس سیاہ کار نے ان کو دیکھا، ماشاء اللہ عزیزم موصوف کا یہ تالیفی جذبہ بہت مبارک ہے، کہ دعوت الی اللہ کا یہ اہم شعبہ ہے، اللہ تعالیٰ عزیزم موصوف کو جزاء خیر عطا فرمائیے، اور ان کی ان تصنیفات سے مخلوق خدا کو مستفید و مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور عزیزم موصوف کو اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مستند خیر کی باتوں کی نشر واشاعت کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وبجاہ النبی الکریم صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

کتبہ الفقیر الی ربہ الکریم
عبدالحفیظ المکی
۱۳/ربیع الاول ۱۴۲۴ھ/۱۴/مئی ۲۰۰۳ء

فضائل عمامہ پر ایک نظم

رسول اللہ ﷺ نے باندھا عمامہ
شعار مسلمین اور نور علی نور ہے عمامہ

یہ باعثِ علم ہے، اور حلم وعزت
یہ سرکا تاج ہے اعلیٰ عمامہ

مشرف ہے مکرم ہے معظم
نشانی ہے فرشتوں کا عمامہ

فرشتے دیتے ہیں ان کو دعائیں
جو دن جمعے کو ہو باندھا عمامہ

ہو عربی کوئی یا عجمی مسلمان
بے شک ہے تاج مردوں کا عمامہ

ملے گا سو شہیدوں کا تجھے اجر
اگر دل سے تونے تھاما عمامہ

نوٹ: اس نظم میں عمامہ کے فضائل جو بیان کئے گئے ہیں، یہ تمام دلائل مع تشریح اس کتاب میں موجود ہے۔ (راقم الحروف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائی باتیں

نحمده ونصلي على رسوله الكريم .... امابعد

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله

(پ۳/ سورۂ آل عمران)

شافع محشر ساقیٔ کوثر حضور اقدس ﷺ کی محبت لازمی امر ہے بلکہ آپ ﷺ نے تو ایمان کا دارومدار اپنی محبت کو بتایا ہے۔

كما قال صلى الله عليه وسلم لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من والده وولده والناس اجمعين. (متفق عليه)

تم میں سے کوئی ایک مؤمن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ مجھے اپنے والدین اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ مانے۔

اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوا کہ مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے پیارے ومحبوب نبی حضرت محمد ﷺ کو تمام چیزوں سے زیادہ محبوب رکھے، اور محبّ کی علامت ہوتی ہے کہ وہ جس سے محبت کرتا ہے اس کی ہر ادا کو اپناتا ہے، اس کے ہر ہر فرمان پر لبیک کہتا ہے، کیا محبت اسی کا نام ہے کہ اپنے محبوب نبی ﷺ کی سیرت وصورت سے عداوت اور ان کے دشمن انگریز کی تہذیب وتمدن سے پیار............

.... شرم تم کو مگر آتی نہیں

آجکل کے مسلمان اپنے پیارے ومحبوب نبی ﷺ کے فرامین مبارکہ پڑھ کر ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ ہم لوگ کس راستہ پر گامزن ہیں؟

بلکہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ

اس نئی تہذیب کے گندے ہیں انڈے
اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

دور دنیا آخری چکر میں ہے، لیکن انسان نشۂ غفلت میں چکنا چور ہے، حالانکہ تھوڑی دیر کے لئے غور وفکر کرنے پر یقین ہوجاتا ہے کہ اس فانی جہاں سے لازماً کوچ کرنا ہے، اور ایسے مقام پر جانا ہے، جہاں سے واپس لوٹنے کی تمام امیدیں منقطع ہوگئیں، پھر یہ عقیدہ ہر مسلمان کے دل میں راسخ ہے کہ مرنے کے بعد اعمال کام آئیں گے اور سب سے بڑا نیک عمل ''شہادت فی سبیل اللہ'' ہے......... لیکن شہادت کہاں سے اور کیسے یہ ایک سخت مشکل امر ہے۔

لیکن امت کے شفیق نبی علیہ السلام نے خوش خبری سنائی ہے، وہ یہ کہ جو کسی سنتِ نبوی ﷺ کو زندہ کرے اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

آج کل عمامہ یعنی پگڑی باندھنے کی سنت مردہ ہوچکی ہے، اسے زندہ کرنے سے سو شہیدوں کا اجر وثواب نصیب ہوتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت مبارکہ کو ہمارے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے، ہمارا نظام زندگی اسوۂ حسنہ کے مطابق ہونا ضروری ہے، نظام زندگی کا ایک اہم شعبہ ''لباس'' ہے، لہذا ہمیں لباس میں بھی سنت مصطفویہ (ﷺ) کی پیروی کرنا ہوگی، اور آپ ﷺ نے جیسا لباس پہنا ہے، ویسا لباس ہمیں بھی پہننا ہوگا، آپ ﷺ کے لباس کا ایک اہم رکن ''عمامہ'' ہے، عمامہ یعنی پگڑی بھی حضور اقدس ﷺ کے لباس مبارک کا حصہ ہے، لہذا عمامہ سنت رسول ﷺ بھی ہوئی اور مسلمانوں کی عزت بھی وقار بھی، مگر اب یہ سنت متروک ہوتی جارہی ہے، یہ حقیقت تمام اہل دل اور صاحب عقل کے ہاں مسلم ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضور اقدس ﷺ کی ذات بابرکات میں تمام کمالات وحسنات کو جمع فرمایا، اور آپ ﷺ کے ظاہر وباطن کو حسین وجمیل بنایا (جسے بیان کرنا ہر ایک کے بس سے باہر ہے) اور امت کے لئے اسوۂ حسنہ بنا کر آپ ﷺ کی اتباع کو لازم کردیا ہے، ہماری فلاح وصلاح اس میں ہے کہ ہم آپ (ﷺ) کی پیروی کریں۔

اس پرفتن دور میں جبکہ ضلالت وگمراہی عروج پر ہے، اور ہر مسلمان سنت رسول (ﷺ) سے کوسوں دور ونفور ہے، غیر مسلموں کی ظاہری ترقی دیکھ کر ان کے کردار ولباس وغیرہ کی

طرف راغب ومائل ہے، فی وقتہٖ بہت ضروری ہے کہ سنت فی اللباس والافعال والاقوال کو تحقیق وتدقیق کے رو سے اجالا واظہر من الشمس کیا جائے۔

الحمدللہ یہ بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔

بندۂ ناچیز وحقیر نے اس رسالہ کو ''عمامہ کے فضائل اور مسائل'' کے نام سے موسوم کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مکمل کرلیا ہے، آیات قرآنیہ سے عمامہ کے فضائل اور احادیث مبارکہ در فضائل عمامہ اور عمامہ کے مختصر مسائل واحکام کا ذکر کیا ہے، ہر آیت اور حدیث کے بعد اس سے احکامات کا استنباط کیا ہے، تاکہ اس کتاب کی افادیت کامل وتام ہو اور ہر شخص اس سے نفع کامل اٹھا سکے۔

ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے پیارے محبوب کریم رسول اللہ ﷺ کے حکم مبارک پر عمل کریں، اور آپ ﷺ کے محبوب وپسندیدہ فعل کو پسند کریں، اور آپ ﷺ کے ارشادات واحکام کو اپنی آنکھوں اور دل پر رکھیں، انگریز ومخالفان اسلام کے فیشن اور طریقوں کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں۔

اللہ تعالیٰ عزوجل ہم سب کو اپنے پیارے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کامل اتباع نصیب فرمائے اور آپ ﷺ کی محبت میں فانی ومستغرق فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بندۂ ناچیز وعاجز ومسکین کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بعد سب سے بڑا آسرا اس کے صاحبِ ایمان بندوں کی دعاؤں ہی کا ہے، اس لئے بندہ کے لئے مغفرت ورحمت کی اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔

بندۂ ناچیز وگنہگار
محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

پہلا باب

سنت کی اہمیت

احادیثِ رسول ﷺ کے آئینہ میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سنت سے محبت پر انعام:

عن انسؓ قال قال لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یا بنیّ من أحب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کا ن معی فی الجنة (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا! جس شخص نے میری سنت سے محبت کی تو یقیناً اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی تو وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

(ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف عربی صفحہ ۳۰)

سرکارِ دو جہاں نبی ﷺ کے ارشاداتِ مبارکہ:

کتب احادیث میں سرکار دو جہاں ﷺ کے ارشادات بار بار ملتے ہیں جن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے نبی ﷺ کی مبارک سنتوں پر چلنا بے حد ضروری ہے، اور سنتوں کے خلاف عمل کرنا سخت خسارہ کی بات ہے، آنحضرت ﷺ کے چند ارشادات مبارکہ ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

(۱) جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ میرا نہیں ہے

(۲) جو دوسروں کے طریقے پر چلے وہ ہم میں سے نہیں ہے

(۳) جو میرے طریقے سے منہ پھیر لے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے

(۴) جس نے میری سنت برباد کی اس پر میری شفاعت حرام ہے

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۴۰۴، ۴۰۵)

فیشن پرست مسلمان متوجہ ہوں:

اللہ، اللہ کس قدر تاکید فرمائی ہے آقائے دو جہاں ﷺ نے اپنی سنتوں پر عمل کرنے کی، ہمارے فیشن پرست مسلمان ذرا ان ارشادات کا بغور مطالعہ تو فرمائیں اور خوب سوچ لیں کہ کیا ہم امریکہ، کینیڈا، یورپ اور روس میں بسنے والی قوموں کی تقلید کریں گے یا ہمارے سرکارِ

دوعالم ﷺ کی مبارک سنتوں پر چلیں گے۔

آخر کبھی تو ان سب باتوں پر غور کرو، کبھی تو عمل کرنے کی سوچو، آخر ہمیں مرنا ہے یا نہیں؟

تمام سنتیں خداوند قدوس کو پسند ہیں

امام ربانی حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام سنن خداوندعالم کے پسند فرمودہ ہیں اور جو چیزیں خلافِ سنت ہیں وہ شیطان کی پسند کردہ ہیں۔

(مکتوبات جلد اصفحہ ۲۵۵)

سنت کو زندہ کرنے کا ثواب:

غرض حضور ﷺ نے اتباع سنت کی بہت ہی تاکید فرمائی جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے:

من احییٰ سنة من سنتی قد امیّتت بعدی فان له من الا جر مثل اجور من عمل بها من غیر ان ینقص من اجورهم شیئا.

کہ جس نے میری سنتوں میں سے کسی سنت کو جو مردہ ہو چکی تھی، زندہ کیا تو اس کو ان سب لوگوں کے برابر ثواب ملے گا، جو اس پر عمل کریں گے اور ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کمی نہیں کی جائیگی۔ (اطاعت رسول ﷺ ص ۱۲۶)

آج اگر ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ اس وقت بے شمار سنتیں ایسی ہیں جن پر عمل نہیں ہو رہا ہے گویا کہ وہ مردہ ہو چکی ہیں بلکہ ان سنتوں کا مذاق اڑایا جا رہا ہے طرح طرح کی تاویلیں کی جا رہی ہیں بس ایک زریں موقع ہمارے سامنے ہے ہم اللہ کا نام لے کر آگے بڑھیں اور سنتوں پر عمل کرنا شروع کردیں اور اس ثواب عظیم کے مستحق بن جائیں، خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔

خاتم النبیین ﷺ کی وصیت:

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جاتا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے، ایک اللہ کی کتاب یعنی

قرآن مجید اور ایک اللہ کے رسول ﷺ کی سنت" ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں ترکت فیکم ثقلین میں تم میں دو بوجھل (بھاری) چیزیں چھوڑ کر جاتا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے، ایک اللہ کی کتاب، دوسرے میری سنت، جب بھی سنت کا دامن ہاتھ سے چھوٹے گا پھر گمراہی ہی گمراہی ہے گویا سنت کی اتباع کرنے والا راہِ راست پر ہوگا اور سنت کو ترک کرنے والا گمراہ ہوگا۔

ترک سنت پر وعید:

آیئے اب ہم دیکھیں کہ حضور ﷺ کی مبارک سنتوں کی مخالفت کرنے اور ان کو ترک کرنے والوں کے بارے میں آپ ﷺ کے کیا ارشادات ہیں، سینکڑوں احادیث میں ایسے لوگوں کے بارے میں وعیدیں آئی ہیں، لیکن اختصار کے لئے یہاں پر صرف دو ہی احادیث درج کی گئی ہیں جن سے اندازہ ہو جائے گا کہ سنت کے ترک کرنے پر آقائے دوجہاں حضور ﷺ کس قدر ناراض اور خفا ہوتے ہیں اور آپ ﷺ پر یہ کس قدر ناگوار گزرتا ہے۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ چھ آدمیوں پر میں بھی لعنت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتا ہے اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے، پھر آپ ﷺ نے ان چھ آدمیوں کے بارے میں فرمایا جن میں سے ایک "تارک سنت" بھی ہے یعنی ان چھ قسم کے افراد میں سنت کا چھوڑنے والا بھی ہے۔

(اطاعت رسول ﷺ ص ۴۹)

واقعی ہمارے لئے یہ سوچنے کا مقام ہے کہ ہم کس قدر غفلت کے اندھیرے میں پڑے ہیں، سنتوں کو ہلکا جان رہے ہیں اور بعض تو ان کو حقارت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ ایسے افراد پر لعنت فرما رہے ہیں۔

خدارا سوچئے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت کے بعد دنیا اور آخرت میں کسی کا کیا ٹھکانا ہو سکتا ہے، آخر ہم کہاں جا رہے ہیں؟ اور ہمیں کیا ہو گیا ہے؟

(۲) ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری پوری امت جنت میں جائے گی سوائے اس کے جو انکار کرے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت فرمایا یا رسول اللہ (ﷺ)!

وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے، آپ ﷺ نے جواب دیا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اس نے مجھے نہ مانا اور انکار کیا۔ (مشکوٰۃ)

گو کہ ایسا شخص مسلمان ہونے کی وجہ سے کبھی نہ کبھی جنت میں داخل ضرور ہوگا لیکن بہر حال اسے کافروں کے ساتھ کچھ عرصہ تو جہنم میں رہنا پڑے گا، کیونکہ دنیا میں اس نے ان کی نقالی کی تھی اور ان کا ساتھ دیا تھا اور سنتوں کی مخالفت کی تھی تو دنیا میں جتنی مقدار اور جتنی مدت ان کی نقالی کی ہوگی اور اپنے نبی ﷺ کے طریقوں کو چھوڑا ہوگا اسی حساب سے اس کی سزا بھی تجویز ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنے نبی برحق ﷺ کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے اور جہنم سے امان نصیب فرمائے اور اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ پہلے ہی زمرہ میں جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

دوسرا باب

عمامہ شریف

قرآن کریم کے آئینہ میں

ارشاد باری تعالیٰ:

اللہ تعالیٰ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

اذتقول للمؤمنين الن يكفيكم ان يمد كم ربكم بثلثة الا ف من الملئكة منزلين ○ بلىٰ ان تصبروا وتتقوا ويأ توا كم من فورهم هذا يمدد كم ربكم بخمسة الا ف من الملئكة مسومين ۔

(ترجمہ) جب آپ (جنگ بدر کے موقع پر) مسلمانوں کو فرمانے لگے کہ کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہیں تین ہزار فرشتوں کے ذریعے سے جو کہ (آسمان سے) اتارے گئے ہوں امداد فرمائے۔ ہاں! اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو اور وہ (دشمن) اسی دم تم پر آئیں تو تمہارا رب تمہیں پانچ ہزار فرشتوں کے ذریعے سے جو کہ نشان بنائے ہوں گے امداد فرمائے گا۔

(پارہ:۴ سورۂ آل عمران، آیت نمبر:۱۲۴، ۱۲۵)

صاحب جلالین کی تحقیق:

(تفسیر وتشریح) تفسیر جلالین صفحہ ۶۰ میں ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے میدان بدر میں بلاشبہ صبر اور تقویٰ کو مضبوطی سے تھاما اور اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے وعدہ کو اس طرح پورا فرمایا کہ پانچ ہزار فرشتے اس علامت سے کہ سب کے سروں پر عمامے شریف تھے اور ان کے شملے پیٹھ کے پیچھے لٹکے ہوئے تھے، ابلق گھوڑوں (یعنی سیاہ وسفید رنگ والے (چتکبرے گھوڑوں) پر سوار نازل فرمایا، اسی طرح تفسیر روح المعانی وروح البیان میں ہے۔

لفظ مسوّمین کی ایک تفسیر وتحقیق:

قرآن مجید کا لفظ مبارک مسومین جس کا ترجمہ ہوا "نشان بنائے ہوں گے" اس کا مادہ ہے سَومَہ یا سِیمَہ جس کے معنی ہیں علامت ونشانی، پس اس لفظ مبارک کے ظاہر سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ وہ فرشتے نشان بنا کر آئے تھے، باقی نشانوں کا تعین یعنی یہ بات کہ وہ نشان کس طرح کے تھے، عمامے تھے یا کچھ دوسری چیزیں اس بارے میں لفظ قرآن مجید مجمل ہے۔ (مجمل سے اصطلاحی واصولی مجمل مراد ہے) پس بقاعدہ اصولیین جب ہم نے استفسار کی

تو ہمیں اللہ تعالیٰ عزوجل کے رسول ﷺ کی طرف سے اس کی تفسیر ملی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ (عليكم بالعمائم فانها سيماء الملئكة) رواه البيهقى فى شعب الايمان عن عبادة رضى اللّٰه تعالىٰ عنه۔مشكوٰة صفحه ۳۷۷. وفى رواية اخرى عن على رضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ ان اللّٰه امدنى يوم بدروحنين بملئكة يعتمون هذه العمة رواه ابوبكر بن ابى شيبة فى مصنفه وابوداؤد الطيالسى وابن منيع فى الا سانيد والبيهقى فى السنن)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے بدر اور حنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری امداد فرمائی، جو ہماری طرح کے عمامے باندھتے ہیں۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے نشانی کی تفسیر:

نیز صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اس نشانی کی تفسیر فرمائی ہے چنانچہ فضائل ابونعیم میں ہے:

عن عروة بن الزبير كانت عمامة جبريل يوم بدر صفراء،نزلت الملائكة كذالك، روح المعانى،الجمل على الجلالين ۔

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جنگ بدر کے دن جبرئیل علیہ السلام کا عمامہ شریف زرد تھا، اور باقی فرشتے بھی اسی طرح (یعنی عمامہ شریف باندھے ہوئے) نازل ہوئے تھے۔

جنگ بدر میں فرشتوں کی نشانیاں سفید عمامے تھے:

اور ابن اسحاق وطبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

قال كانت سيماء الملائكة يوم بدر عمائم بيضاء (روح المعانى والجمل على الجلالين)، وجمع بين الروايتين بان جبريل كانت عمامته صفراء وغيره كانت عمامته بيضاء ،الجمل على الجلالين.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن فرشتوں کی نشانیاں سفید عمامے تھے (روح المعانی اور جمل علی الجلالین) مندرجہ بالا دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کا عمامہ زرد تھا اور باقی دوسرے فرشتوں کا سفید تھا۔ (جمل)

ایک سوال اور اس کا جواب:

سوال: آپ نے اوپر یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کے لفظ مبارک مسومین (جس میں نشانی کا معنی ہے) سے مراد عمامہ شریف ہے، حالانکہ بعض دیگر روایات سے گھوڑوں کا نشان کیا گیا ہونا معلوم ہوتا ہے پس اس تفسیر پر اس عمامہ شریف کا ثبوت کیوں کر ہوگا؟

جواب: اگر لفظ مسومین کو اسم مفعول کے صیغہ سے پڑھا جائے (جو کہ اکثر قراء کی قرأت ہے، تفسیر روح المعانی میں ہے کہ اکثر قراء سے مراد چار قراء نافع، حمزہ، کسائی اور ابن عامر رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں، اور باقی تین قراء یعنی ابن کثیرؒ، ابو عمرؒ، اور عاصم رحمہم اللہ تعالیٰ قرأت مسومین (بصیغہ اسم فاعل) کے قائل ہیں، روح المعانی صفحہ ۴۶ جلد سوم) تو اس وقت نشانی سے گھوڑوں کی نشانی مراد لینا غیر ظاہر ہے کیونکہ اس وقت لفظ مسومین حال ہوگا ملائکہ کا، پس ظاہر ہے کہ نشان کئے گئے سے مراد ملائکہ ہی ہوں گے نہ کہ ان کے گھوڑے، یعنی اس قرأت پر ملائکہ کو مراد لینا ظاہر اور قریب ہے، گھوڑوں کو مراد لینا غیر ظاہر و بعید ہے، جیسا کہ روح المعانی میں ہے:

والمتبادر علی ھذہ القراءۃ ان الا سامۃ لھم، واما انھا کانت لخیلھم فغیر ظاھر
(روح المعانی صفحہ ۴۶ جلد ۳)

ترجمہ: اس قرأت (یعنی جب کہ لفظ "مسومین" کو اسم مفعول کے صیغہ سے پڑھا جائے) کی بناء پر قریب اور ظاہر بات یہ ہے کہ نشانیوں سے مراد فرشتوں کی نشانیاں ہیں، باقی گھوڑوں کی نشانیاں مراد لینا سو غیر ظاہر و بعید ہے۔

اور اگر اس لفظ کو مسومین یعنی اسم فاعل کے صیغہ سے پڑھا جائے جو کہ قرأت مشہور ہے تو پھر ترجمہ یہ ہوگا کہ نشان بنانے والے (یعنی اپنی ذات اور اپنے گھوڑے دونوں پر نشان بنانے والے) پس اس سے مراد یہ ہوگی کہ وہ فرشتے اپنی ذات اور اپنے گھوڑے دونوں پر نشان بنا

کر آئے تھے، یہ مراد نہ ہوگی کہ صرف گھوڑوں پر نشان بنا کر آئے تھے اور اپنی ذات میں نشان نہیں بنا رکھے تھے اور اس تشریح سے دونوں قرأتوں میں کچھ تعارض بھی نہ رہا اور ہمارا مقصود بھی بالکل برقرار ہی رہا۔

فائدہ نمبر..........۱:

جب قرآن مجید کے لفظ مبارک مسومین کو اکثر قراء کی قرأت کے موافق یعنی اسم مفعول کے صیغہ سے پڑھا جائے تو اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہوگا (روح المعانی وغیرہ) پس اس لفظ مبارک سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو سر پر عمامہ شریف باندھنا بہت پسند و محبوب ہے کیونکہ اگر اس کو یہ کام پسند نہ ہوتا تو فرشتوں کو اس علامت سے ہرگز نازل نہ فرماتا۔

فائدہ نمبر..........۲:

اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرشتوں کو عمامہ شریف کے تاجوں سے سجا کر اس لئے بھیجا تا کہ تمام مجاہدین کی وردی ایک طرح ہو، پس اس سے معلوم ہوا کہ میدان بدر کے تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عمامہ شریف کے ساتھ ہی تھے جیسا کہ بعض کا عمامہ شریف کے ساتھ ہونا تو احادیث مبارکہ میں بصراحت موجود بھی ہے۔

فائدہ نمبر.........۳:

معلوم ہوا کہ عمامہ شریف جہاد کی حالت میں بھی نہیں اتارنا چاہئے بلکہ مجاہدین اسلام کی یہ اعلیٰ و بہترین وردی ہے، کاش کہ حق تعالیٰ عزوجل ہم سب کو اس اعلیٰ و افضل و محبوب ترین صورت اور وردی سے نوازے۔ (آمین)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفر لکم ذنوبکم واللّٰہ غفور رحیم۔

آپ فرما دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے

گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(پارہ نمبر۳ سورۂ آل عمران آیت نمبر:۳۱)

تفسیر:

یعنی اگر دنیا میں کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو اس کو لازم ہے کہ وہ اپنی محبت کو اتباع محمدی ﷺ کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے، پس جو شخص جس قدر حبیب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کی راہ چلتا اور آپ ﷺ کا اتباع و پیروی کرتا ہے سمجھنا چاہئے کہ وہ خداتعالیٰ کی محبت کے دعویٰ میں اسی قدر سچا اور کھرا ہے، یعنی جس قدر اپنے دعویٰ میں سچا ہوگا اتنا ہی حضور ﷺ کی پیروی میں مضبوط و مستعد پایا جائے گا جس کا پھل یہ ملے گا کہ حق تعالیٰ اس سے محبت فرمانے لگے گا اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور حضور ﷺ کے اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیاں مبذول ہوں گی۔

صاحبِ تفسیر روح البیان کی تحقیق

اس آیت مبارکہ کے ماتحت تفسیر روح البیان صفحہ۲۳ جلد۲ میں ہے:

فمن ادعی محبة اللّٰه وخالف سنة نبیه فهو كذاب بنص كتاب اللّٰه تعالیٰ وانما كان كاذبافی دعواه لان من احب اٰخریحب خواصه والمتصلین به من عبیده وغلمانه وبیته وبنیا نه ومحله ومكانه وجداره وكلبه وحماره وغیره ذٰلک فهذا هو قانون العشق وقاعدة المحبة والی هذا المعنی اشار المجنون العامری حیث قال

امر علی الدیار دیار لیلی اقبل ذاالجدار وذاالجدارا

وماحب الدیار شغفن قلبی ولكن حب من سكن الدیارا

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ عزوجل کی محبت کا دعویٰ کرے اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے خلاف کرے تو وہ بدلیل نص قطعی جھوٹا ہے اور وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا اس لئے ہے کہ (قانوناً) جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے تو وہ اپنے محبوب کی جملہ علامات اور متعلقین مثلاً اس کے

بندے، غلام، گھر، عمارت، محل، مکان، دیوار، کتے اور گدھے وغیرہ سب سے محبت کرتا ہے اور یہی عشق کا قانون اور محبت کا قاعدہ ہے اور اسی معنی کی طرف مجنون عامری نے اشارہ کیا ہے جیسا کہ کہتا ہے:

میں لیلیٰ کے گھروں کے پاس سے گزرتا ہوں تو اس کے گھروں کی دیواروں کو چومتا ہوں، مجھے ان گھروں کی محبت نے بے تاب نہیں کیا ہے بلکہ ان گھروں کے مالک کی محبت نے (بے تاب کیا ہے) (روح البیان عربی صفحہ۲۳، جلد۲)

اب جاننا چاہئے کہ عمامہ شریف حضور سیدنا وسید المرسلین ﷺ کی محبوب و پسندیدہ سنت ہے، آپ نے عمامہ کو مسلمانوں کا تاج فرمایا ہے اور اس کو مسلمانوں اور مشرکوں کا فرق قرار دیا ہے اور اس کے ترک کو ذریعۂ بے عزتی ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ اس کی مکمل تفصیل آگے بیان احادیث مبارکہ میں آتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پس جو شخص حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا محبّ ہو وہ کس طرح اپنے پیارے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس محبوب سنت سے محبت نہیں کرے گا اور اس پر عمل نہیں کرے گا جب کہ محبوب کا در و دیوار اور کتا و گدھا بھی محبوب ہوتے ہیں جیسا کہ پہلے گزرا۔

کاش کہ حق تعالیٰ عزوجل ہم سب کو اپنے پیارے محبوب کریم ﷺ کی کامل محبت نصیب فرمائے اور اپنے محبوب کریم ﷺ کی ہر سنت و سیرت پر بلاخوف و شرم اخلاص سے عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

تیسرا باب

عمامہ شریف کی فضیلت

احادیثِ نبویہ ﷺ کی روشنی میں

تمہید

پگڑی باندھنا ایک ایسا مقدس عمل ہے جس پر حضور سرورِ عالم ﷺ نے مداومت فرمائی ہے، سفر ہو یا حضر کبھی بھی ایسا نہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک کو پگڑی سے مزیّن نہ فرمایا ہو، سلطان العلماء علامہ سلطان علی القاری رحمۃ اللہ علیہ المقامة العذبه فی العمامه والعذبه میں فرماتے ہیں "انه ثبت فی الاخبار والآثار انه ﷺ تعمم بالعمامة مماكاد ان يكون متواترا فی المعنی" یعنی اس سے ثابت ہوا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے عمامہ شریف کو استعمال فرمایا یہاں تک کہ احادیث واخبار سے تواتر بالمعنی کا حکم ثابت ہوا، بلکہ آپ ﷺ نے عمامہ شریف کے استعمال پر بہت بڑے فضائل بیان فرمائے۔

مختصر تمہید کے بعد سرورِ انبیاء محبوبِ خدا ﷺ کی احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں، جن میں عاشقِ سنت اور متبعِ سنت شریعت کو چیلنج ہے۔

کاش کہ ہم اپنے پیارے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کو سمجھیں اور ان پر محبت واخلاص سے عمل کریں۔ آمین ثم آمین۔

عمامہ شریف کی تاکید:

علیکم بالعمائم فانها سیماء الملائکة وارخوالها خلف ظهورکم.

(مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۷ کنز العمال صفحہ ۱۸ ج ۸)

"حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ عمامے تم پر لازم ہیں اس لئے کہ عمامے ملائکہ کی علامت ہیں اور عمامے کا شملہ پیٹھ کے پیچھے لٹکاؤ۔"

واخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ علیکم بالعمائم وارخوها خلف ظهورکم فانها سیماء الملائکة .

(خصائص کبریٰ ص ۲۰۹ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمامے تم پر لازم ہیں اور عمامے کے شملے اپنی پشتوں کے پیچھے لٹکاؤ اس لئے کہ یہ فرشتوں کی نشانی ہے۔

حضور ﷺ کا عمامہ پہننے میں دوام:

اخبرنا عتاب بن زياد قال اخبرنا عبدالله بن المبارك قال اخبرنا ابو شيبة الواسطى عن ظريف بن شهاب عن الحسن قال كان رسول لله ﷺ يعتم ويرخىٰ عمامة بين كتفيه . (طبقات ابن سعد ۴۵۵، ۴۵۶)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ عمامہ شریف باندھتے تھے اور آپ اپنے عمامے شریف کے شملے کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔

مومن و مشرک میں فرق:

(۱) العمامة على القلنسوة فصل مابيننا وما بين المشركين يعطىٰ يوم القيٰمة بكل كورة يدروها علىٰ رأسه نورا.

(کنز العمال صفحہ ۱۸ ج ۸)

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ٹوپی پر عمامہ شریف باندھنا ہمارے اور مشرکین کے درمیان امتیازی علامت ہے، ٹوپی پر عمامہ باندھنے والے کو ہر پیچ جو اپنے سر پر پھیرتا ہے اس کے بدلے قیامت کے دن نور دیا جائے گا۔

(۲) عن ركانة عن البنى ﷺ قال فرق مابيننا وبين المشركين العمائم على القلانس. (کنز العمال ج:۸، ص:۱۸)

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عمامے باندھنے کا ہے۔

(۳) ان الله امدنى يوم بدر وحنين بملائكة يعتمون هذه العمة ان العمامة حاجزة بين الكفر والايمان. (کنز العمال ص ۱۸ ج ۸)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے بدر اور حنین کے دن میری مدد فرمائی ایسے فرشتوں سے جو یہ عمامے باندھے ہوئے تھے، بے شک عمامہ کفر وایمان کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ٹوپی پر عمامہ باندھ کر اسلامی شعار کا اظہار کرتے ہیں۔

عمامہ اور نماز:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

صلوٰة تطوع او فريضة بعمامة تعدل خمسا وعشرين صلوٰة وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بلاعمامة .

یعنی جو نفل اور فرض عمامہ باندھ کر پڑھے جائیں وہ بغیر عمامہ والے پچیس نفل وفرض نماز کے برابر ہیں اور عمامہ باندھ کر پڑھا جانے والا جمعہ بے عمامہ ستر جمعوں کے برابر ہے۔

(تاریخ ابن عساکر، ابن النجار، فتاویٰ رضویہ ص ۹۴، ۹۵ ج ۳)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد ''صح'' کا لفظ لکھا ہے جو صحیح کا مخفف ہے، یعنی ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

(الجامع الصغیر ص ۷۴ ج ۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ركعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بلاعمامة،

(الجامع الصغیر ص ۲۲ ج ۲، فتاویٰ رضویہ ص ۹۹ ج ۳)

یعنی ایسی دو رکعتیں جو عمامہ باندھ کر پڑھی جائیں وہ بغیر عمامہ والی ستر رکعتوں سے بہتر ہیں۔

فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کے سر مبارک پر عمامہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے عمامہ شریف باندھا تھا (ترمذی ص ۴۴، ابوداؤد ص ۲۰۷، نسائی ص ۲۹۹، ابن ماجہ ص ۲۶۴، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۳۴، شمائل ترمذی ص ۱۰، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے بھی فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ سے عمامہ شریف باندھنا ثابت ہے

(ابن ماجہ ص ۲۶۴، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۳۶)۔

روز جمعہ پگڑی باندھ کر جمعہ میں حاضر ہونے والوں اور پگڑی والوں کو فرشتے سلام کرتے ہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرشتے جمعہ کے روز پگڑیاں باندھ کر (نماز جمعہ میں) حاضر ہوتے ہیں اور پگڑی والوں کو سورج کے غروب ہونے تک سلام کہتے ہیں۔

(تاریخ ابن عساکر)

فائدہ:

اس حدیث سے پگڑی باندھنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

جنگ بدر اور جنگ حنین میں فرشتوں نے پگڑیاں پہن رکھی تھیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم کے دن مجھے عمامہ باندھا جس کا ایک سرا میری پشت پر لٹکا دیا اور فرمایا "اللہ تعالی نے روز بدر اور روز حنین میں ان فرشتوں کے ساتھ میری مدد فرمائی جنہوں نے عمامے (پگڑیاں) پہن رکھی تھیں"۔

(ابوداؤد طیالسی، سنن الکبریٰ بیہقی (منہ) بیہقی ۱۰/۱۴ بلفظہ، جامع کبیر ۵۱/۲، جمع الجوامع ۴۷۰۴، المطالب العالیہ ۲۱۵۸)

فائدہ نمبر............(۱)

پگڑی باندھنا آنحضرت ﷺ کی سنت ہے اور پگڑی نہ باندھنا بھی آپ ﷺ سے منقول ہے، اگر پگڑی باندھ کر نماز پڑھی جائے بلکہ نماز جمعہ میں شمولیت اختیار کی جائے تو بڑی فضیلت کی بات ہے، غدیر خم مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے جہاں حضور ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا اور اس میں کتاب اللہ کے بعد اپنی عترت کے بارے میں وصیت فرمائی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا تھا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ"، جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے۔

(مسند احمد، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی، ضیاء، جامع الصغیر حدیث نمبر ۹۰۰۰)

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابن ابوطالب! آپ کو مبارک ہو آپ نے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کا ولی بن کر صبح وشام کی ہے۔

فائدہ نمبر............(۲)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منہاج السنۃ اور الصارم المسلول میں اس حدیث موالاۃ پر کلام کیا ہے۔

(غماری حاشیہ الحبائک ص ۱۳۱)

جبکہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اس حدیث کو متواتر کہتے ہیں۔

(فیض القدیر ج ۶ ص ۲۱۸)

بہر حال یہ روایت درجہ حسن سے کم میں نہیں ہے، موسوعۃ اطراف الحدیث النبوی میں اس روایت کو انتیس کتب حدیث سے تقریبا ڈیڑھ صد حوالہ جات سے نقل فرمایا ہے۔

اکثر فرشتوں کو حضور ﷺ نے پگڑیوں میں دیکھا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رأیت اکثر من رأیت من الملائکۃ متعممین.

ترجمہ: میں نے جن فرشتوں کو دیکھا ہے ان میں اکثر کو پگڑیوں میں دیکھا ہے۔

(تاریخ دمشق، ابن عساکر ۶/۲۳۲، کنز العمال ۴۳۸۹۳)

پگڑی فرشتوں کا نشان ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وعليكم بالعمائم فانها سيماء الملائكة وارخوالها خلف ظهور كم.

(تذکرۃ الموضوعات ص ۲۵۵، طبرانی کبیر ۱۲/۳۸۳)

ترجمہ: تم پر ضروری ہے کہ پگڑیاں باندھا کرو، کیونکہ یہ فرشتوں کا نشان ہیں اور ان کو اپنی پشت پر ڈھیلا چھوڑ دیا کیا کرو۔

فائدہ:

اس حدیث میں ایک تو آپ ﷺ نے پگڑی باندھنے کا حکم فرمایا ہے، دوسرے یہ کہ پگڑی کا کچھ حصہ (شملہ) اپنی پشت پر لٹکا دیا جائے۔

جنگ بدر میں فرشتوں نے پیلے عمامے باندھے ہوئے تھے:

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو فرشتے جنگ بدر میں نازل ہوئے تھے وہ سیاہ وسفید نشانات کے گھوڑوں پر سوار تھے اور پیلے رنگ کے عمامے (پگڑیاں) باندھے ہوئے تھے۔

(طبرانی کبیر ۱۲/۳۸۳، کنز العمال ۱۵/۴۱۱۴۰، الجامع الصغیر ۵۵۴۱، فیض القدیر ۴/۳۴۴)

عمامے کا تارک دیدارِ الٰہی سے محروم:

ابونعيم عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ لاينظر الله الى قوم لا يجعلون عمائمهم تحت ردائهم يعني في الصلوٰة .

(کنز العمال ص ۱۱۰ ج ۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو قوم اپنی چادروں کے نیچے نماز میں سر پر عمامے نہیں باندھتی وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہے گی۔

عمامہ شریف کی فضیلت پر احادیث مبارکہ

عمامہ کی خاص فضیلت کیا ہے؟ تو معلوم ہونا چاہئے کہ عمامہ کی سنیت جب ثابت ہے تو کوئی خاص فضیلت نہ بھی ثابت ہو تب بھی محض سنت ہونا ہی اس کی فضیلت ہے، مثلاً سفید لباس کا حکم حدیث میں دیا گیا، اس لئے سفید کپڑا پہننا افضل ہوگا، خواہ کوئی خاص فضیلت اور ثواب کی کثرت نہ معلوم ہو، ایسے ہی عمامہ کو بھی سمجھنا چاہئے۔

اس کے علاوہ عمامہ کی فضیلت میں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں، ان میں زیادہ تر ضعیف ہیں، اور کچھ موضوع، ضعیف چونکہ متعدد ہیں اس لئے ان کے مجموعہ سے قوت پیدا ہوگی۔

(۱)......... ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمامے عربوں کے تاج ہیں، اور گوٹ باندھ کر بیٹھنا ان کی دیوار ہے، اور ان کا مسجد میں بیٹھنا ان کا رباط ہے (دیلمی نے اس کو روایت کیا)

(۲)......... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی حدیث مرفوع مروی ہے، اس کو قضاعی نے روایت کیا۔

(۳)........ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا قول اس مضمون کا مروی ہے، اس کو بیہقی نے نقل کیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ روایت میں یہ بھی ہے کہ عرب کے لوگ جب عمامہ رکھدیں گے تو اپنی عزت کھو بیٹھیں گے، ایک روایت میں یوں ہے، عمامے مؤمن کا وقار ہیں اور عربوں کی عزت، جب عرب اپنے عمامے کو رکھدیں گے تو عزت بھی چلی جائے گی۔

(اس کو دیلمی نے روایت کیا)

(۴)......... عمامہ باندھا کرو تمہاری بردباری بڑھ جائیگی۔ (بیہقی)

(۵)......... عمامہ لازم پکڑلو، یہ ملائکہ کی نشانی ہے اور پیچھے لٹکا یا کرو۔ (اس کو بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل کیا)

(۶)......... اوپر والا مضمون طبرانی اور دیلمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ذکر کیا۔ یہ تمام روایتیں ضعیف ہیں۔ (مقاصد حسنہ ص ۶۶، ۴۶۵)

(۷)........... عمامہ باندھا کرو حلم میں بڑھ جاؤ گے، حاکم نے ابن عباس رضی اللہ

عنہما سے اس کو نقل کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، لیکن علامہ ذہبی نے فرمایا کہ اس کے ایک راوی عبید اللہ کو امام احمد نے ترک کیا ہے۔ (المستدرک ج۴ ص ۵۵۵)

طبرانی نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کو نقل کیا ہے ان کی سند میں ایک راوی عمران بن تمام ضعیف ہیں، بقیہ رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ۵ ص ۱۲۲ و فیض القدیر ج۱ ص ۵۵۵)

یہ دونوں طرق ضعیف ہیں موضوع نہیں (فیض ایضاً) ان کے مجموعہ سے قوت پیدا ہوگی۔

(۸)......... عمامہ باندھا کرو حلم میں بڑھ جاؤ گے اور عمامے عرب کے تاج ہیں۔ (ابن عدی اور بیہقی نے اسامہ بن عمیر سے اس کو روایت کیا، یہ بھی ضعیف ہے
(الجامع الصغیر مع فیض القدیر ج۱ ص ۵۵۵)

(۹)......... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمامہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔

(۱۰)......... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن حضرت محمد ﷺ داخل ہوئے تو آپ پر کالا عمامہ تھا۔ (ابن ماجہ ص ۲۵۶ و ابن ابی شیبہ ج۸ ص ۲۳۷)

روایت میں عصابۃ وسماء کا لفظ ہے اور عصابتہ ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو لپیٹی جائے اور عمامہ بھی لپیٹا جاتا ہے اس لئے اس میں کوئی استبعاد نہیں۔

دوسرا ترجمہ اس کا یہ ہوگا، چکنی پٹی، یعنی سر مبارک پر آپ ﷺ پٹی (شاید دردِ سر کی وجہ سے) باندھے ہوئے تھے جو (شاید تیل لگنے کی وجہ سے) چکنی تھی۔

(۱۱)......... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لیتے عمامہ یا کُرتا یا چادر پھر فرماتے، اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے یہ مجھے پہننے کو دیا، میں اس کا خیر مانگتا ہوں اور اس خیر کو جس کے لئے یہ بنایا گیا، اور اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اس شر سے جس کے لئے بنایا گیا (ترمذی ج۱ ص ۳۰۶ اور اس کو حسن بتایا نیز مستدرک ج۴ ص ۱۹۲ اور حاکم نے مسلم کی شرط کے مطابق صحیح بتایا اور ذہبی نے بھی اس سے موافقت کی)

(۱۲)......... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا

مُحرم، کرتا، عمامہ، پائجامہ اور ٹوپی (ایک خاص قسم کی جس کو برنس کہتے ہیں) نہیں پہن سکتا (بخاری شریف ج۱ ص ۲۰۹ و ۲ ص ۸۶۴ و دیگر کتب حدیث)۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کے زمانہ میں لوگ یہ کپڑا پہنتے تھے، اس میں عمامہ بھی مذکور ہے، دیگر بہت سی روایات آرہی ہیں جن سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ٹوپی اور عمامہ کا پہننا ثابت ہوتا ہے۔

(۱۳)......... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

العمامة على القلنسوة فصل مابيننا وبين المشركين يعطىٰ بكل كورة يدورها على راسه نورا.

ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کے درمیان فاصلہ ہے، ہر پیچ کہ مسلمان اپنے سر پر دے گا اس پر روز قیامت ایک نور عطا کیا جائے گا۔

(۱۴)......... حضرت علی و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

العمائم تيجان العرب (رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس)

عمامے عرب کے تاج ہیں۔

(۱۵)......... انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

العمائم تيجان العرب فاذا وضعوا العمائم وضعوا عزهم وفي لفظ وضع اللّٰه .

عمامے عرب کے تاج ہیں جب وہ عمامہ چھوڑیں تو وہ اپنی عزت اتار دیں گے، مسند الفردوس۔

(۱۶)......... امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ايتوا المساجد مراد معصبين فان العمائم تيجان المسلمين.

مسجدوں میں حاضر ہو کر سر برہنہ نہ رہو اور عمامے باندھو اس لئے کہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں۔ (رواہ ابن عدی)

(۱۷)......... حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول

اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اعتموا تزدادوا احلماً (المستدرک)

عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا۔

(۱۸)..........رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

العمائم وقار المؤمن وعز العرب فاذا وضعت العرب عمائمها وضعت عزها.

عمامے مسلمان کے وقار اور عرب کی عزت ہیں، تو جب عمامے اتار دیں تو اپنی عزت اتار دیں گے۔

(رواہ الدیلمی عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ)

(۱۹)..........رکانہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تزال امتی علی الفطرة ملبسوا العمائم علی القلانس

میری امت ہمیشہ دین حق پر رہے گی جب تک وہ ٹوپیوں پر عمامے باندھیں گے۔

(۲۰)..........امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ان اللّٰہ امدنی یوم بدر وحنین بملئکة یقیمون هذه العمة ان العمامة حاجرة بین الکفر والایمان.

بے شک اللہ عزوجل نے بدر وحنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ باندھتے ہیں بے شک عمامہ کفر اور ایمان میں فارق ہے۔

(رواہ ابن ابی شیبہ وابوداؤد والطیالسی وابن المنیع والبیہقی)

(۲۱).........علی ابن عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هکذا فاعتموا فان العمامة سیماء الا سلام وهی حاجرة بین المسلمین والمشرکین.

اسی طرح باندھو عمامے کہ عمامہ اسلام کی نشانی ہے اور وہ مسلمانوں اور مشرکوں میں فارق ہے۔ (رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس)

(۲۲).........حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے عمامہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

هکذا تکون تیجان الملئکة (رواه ابن شاذان)

فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

(۲۳)..........رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

ان اللّٰہ تعالیٰ اکرم هذه الامة بالعصائب

بے شک اللہ عزوجل نے اس امت کو عماموں سے مکرم فرمایا۔

(رواہ ابوعبداللہ محمد وابن رزاح فی فصل لباس العمائم عن مالد ابن مادام مرسلاً)

(۲۴)..........رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

علیکم بالعمائم فانها سیماء الملئکة وارخوا لها خلف ظهورکم.

عمامے اختیار کرو کہ وہ فرشتوں کے شعار ہیں اور ان کے شملے اپنے پس و پشت چھوڑو۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبداللہ ابن عمر والبیہقی عن عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ)

(۲۵)..........رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اعتموا خالفوا علی الامم قبلکم رواه البیهقی عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان اللّٰہ عزوجل وملئکته یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعة .

عمامے باندھو اگلی امتوں یعنی یہود ونصاریٰ کی مخالفت کرو وہ عمامے نہیں باندھتے۔

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے دن عمامہ والوں پر۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

(۲۶)..........انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

الصلوٰة فی العمامة تعدل بعشر الاف حسنة

عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے۔ (رواہ الدیلمی)

(۲۷)..........معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

العمائم تیجان العرب فاعتموا تزدادوا حلماومن اعتم فله بکل کور حسنة فاذاحطّ فله بکل حطة حطها خطیئة.

عمامے عرب کے تاج ہیں تو عمامے باندھوتمہارا وقار بڑھے گا اور جو عمامہ باندھے اس کے لئے ہر پیچ پر ایک نیکی اور جب (بلاضرورت یا ترک قصد پر) اتارے تو ہر اتارنے پر ایک خطاء ہے یا جب (بضرورت بلاقصد ترک بلکہ بارادہ معاودت) اتارے تو ہر پیچ اتارنے پر ایک گناہ اترے۔

نوٹ:......... یہ احادیث مبارکہ مرقات شرح مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۶، ۴۲۷ جلد چہارم اور صاحب مرقات رحمہ اللہ کے رسالہ "المقامۃ العدیہ فی العمامۃ والعذیۃ" سے لی گئی۔

(۲۸)......... عمامہ کے بارے میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے شمائل ترمذی کی شرح خصائل نبوی میں لکھا ہے کہ عمامہ باندھنا سنت مستمرہ ہے، نبی اکرم فخر دوعالم ﷺ سے عمامہ باندھنے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے (فتح الباری)

(۲۹)......... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کیا عمامہ باندھنا سنت ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں سنت ہے (عینی)

(۳۰)......... ایک حدیث میں آیا ہے عمامہ باندھا کرو، عمامہ اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والا ہے (عینی) خصائل نبوی صفحہ ۶۸ باب العمامہ بلفظ۔

(۳۱)......... عن جابر قال دخل رسول اللّٰہ ﷺ مکة یوم الفتح وعلیه عمامة سوداء، الوفاء لابن جوزی صفحه ۵۶۷ جلد نمبر ۲ ورواه الاربعة.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ شریف میں ایسے حال میں داخل ہوئے کہ آپ ﷺ (کے سر مبارک) پر سیاہ رنگ کا عمامہ شریف تھا۔

(ترمذی وقال ہذا حدیث حسن صحیح، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، الوفا لابن جوزی صفحہ ۵۲۷ جلد ۲)

فوائد:

فائدہ نمبر ۱:......... معلوم ہوا کہ آپ ﷺ بعض خاص موقعوں پر خوبصورت و بہترین لباس بھی استعمال فرماتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ فتح مکہ کے دن سیاہ عمامہ شریف باندھ کر مکہ

مکرمہ میں داخل ہوئے۔

فائدہ نمبر ۲:......... معلوم ہوا کہ سیاہ عمامہ شریف باندھنا بھی شرعاً جائز و سنت ہے۔

(۳۲)......... عن عبدالرحمٰنؓ بن عوف قال عممنی رسول اللّٰہ ﷺ فسدلها بین یدی ومن خلفی رواه ابوداؤد.

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے (سر پر) عمامہ باندھا تو اسے میرے آگے اور پیچھے لٹکا دیا۔

(ابوداؤد و مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۷۴)

حدیث مبارکہ کے تین فائدے:

فائدہ نمبر ۱:....... معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے خود اپنے ہاتھ مبارک سے اپنے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سروں پر عمامہ شریف باندھا ہے ان میں ایک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں، ابن ابی شیبۃ میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر بھی عمامہ شریف باندھا ہے، بعض دیگر روایتوں میں ہے کہ آپ ﷺ جب بھی کسی اسلامی فوج کو کسی طرف جہاد کے لئے روانہ فرماتے تو ان کے حاکم (سپہ سالار) کے سر پر خود اپنے ہاتھ مبارک سے عمامہ شریف باندھتے تھے (یہ ان کے لئے باعث فضیلت، برکت اور ایک قسم کی دعا ہوتی تھی) عینی صفحہ ۱۸ جلد ۱۸، مرقاۃ صفحہ ۲۶۸ جلد ۳۔

فائدہ نمبر ۲:......... معلوم ہوا کہ عمامہ شریف میں شان اور فضیلت ہے اسی لئے تو حضور اکرم ﷺ نے اس کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف و چند دیگر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سروں پر باندھا۔

فائدہ نمبر ۳:......... معلوم ہوا کہ دوسرے کی شان اور فضیلت بڑھانے کے لئے اُس کے سر پر عمامہ شریف باندھنا شرعاً جائز ہے اور یہ حدیث مبارک اس مروجہ دستار بندی کی اصل بھی ہے۔ مرآۃ شرح مشکوٰۃ شریف۔

تنبیہ:...... اے فارغ التحصیل عزیز! آپ قدرے غور و فکر فرمالیں کہ جب آپ کے اساتذۂ کرام نے تحصیل علم سے فراغت کے وقت آپ کے سر پر عمامہ شریف باندھ کر آپ کی

شان اور فضیلت کے بڑھنے کی خصوصی دلیل پیش کی تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے گھر آتے ہی بلا کسی زجر وتوبیخ کے مفت اپنی عزت وفضیلت کو اتار پھینکا ہے، آپ کو لائق یہ ہے کہ آپ ہمیشہ دستار بند (عمامہ شریف باندھنے والا) رہیں اور اپنے اساتذۂ کرام کی دی ہوئی فضیلت اور حضرت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبوب ومبارک سنت کی قدر کریں، کاش کہ حق تعالیٰ عزوجل سبحانہ ہم تمام مسلمانوں کو اس سنت محبوبہ وشعار اسلام پر پابندی سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(۳۳)........وعن رکانة عن النبی ﷺ قال فرق مابیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس. (رواہ الترمذی قال هٰذا حدیث غریب واسنادہ لیس بالقائم، مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۴ ورواہ ابوداؤد وسکت عنه ولعل اسنادہ قائم او یحصل القیام بهما مرقاۃ صفحہ ۲۵۰ جلد ۸)

ترجمہ:.......حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ ہمارے اور مشرکوں کے درمیان فرق (کرنے والی چیز) ٹوپیوں پر عمامے ہیں (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۷۴)

حدیث شریف کے تین فائدے:

فائدہ نمبرا......اس حدیث پاک سے تین فائدے معلوم ہوئے

نمبرا معلوم ہوا کہ ٹوپیوں پر عمامے شریف باندھنا مسلمانوں کی علامت ونشانی ہے بلکہ اسی نشانی سے مسلمان مشرکوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔

فائدہ نمبر۲ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ عمامہ شریف ٹوپیوں کے اوپر باندھیں، بغیر ٹوپیوں کے ننگے سر پر صرف عمامہ شریف نہ باندھیں۔

فائدہ نمبر۳: معلوم ہوا کہ مشرک لوگ یا تو صرف ٹوپیاں پہنتے ہیں، عمامہ شریف نہیں باندھتے، (وهٰذه الفائدة تظهر علی تسلیم قول البعض وهو محتمل) یا صرف عمامہ باندھتے ہیں ٹوپیاں نہیں پہنتے (وهو الاظهر کما کان وسمهم **كذا**) مرقاۃ لملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ۔

تنبیہ: عزیزم! آپ بخوبی جانتے ہیں کہ آج کل کے مشرکین ومخالفین اسلام کا فیشن یہ بنا ہے کہ سر پر نہ پگڑی ہے نہ ٹوپی، دن رات ننگے سر پھرتے رہتے ہیں اور اسی میں ہی اپنی عزت وفخر سمجھتے ہیں، اللہ اکبر ثم اللہ اکبر کہ ہمارے زمانے کے سادے بے علم مسلمان نیز کافی اہل عقل حضرات بھی ان کی سی صورت فیشن اختیار کر بیٹھے ہیں، کاش کہ ہم ایسی احادیث شریفہ کے معانی ومطالب میں غور وفکر کر کے اپنے شرعی لباس کی حفاظت کرتے اور مشرکین ومخالفین اسلام کی مشابہت کی مصیبت کے جال میں نہ پھنستے اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ وصحیح عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

(۳۴)......عن عبادة قال قال رسول اللّٰه ﷺ علیکم بالعمائم فانها سیماء الملائکة وارخوها خلف ظهورکم رواہ البیهقی فی شعب الایمان.

ترجمہ: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم عماموں کو لازم کرو (یعنی اختیار کرو) کیونکہ یہ فرشتوں کی علامتیں ہیں اور ان (کے شملوں) کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے لٹکاؤ۔

بیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۷۷۔

حدیث شریف کے چار فائدے:

فائدہ نمبر:ا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے عمامہ شریف باندھنے کا حکم مبارک بھی فرمایا ہے، کیونکہ لفظ علیکم عربی زبان میں اسم فعل بمعنی الزموا امر کا صیغہ ہے لیکن اکثر علماء کے نزدیک یہاں امر اپنے حقیقی معنی یعنی وجوب کے لئے نہیں ہے، پس سنت ہونا تو ہر حال میں باقی ہے۔

فائدہ نمبر:۲ معلوم ہوا کہ عمامے شریف فرشتوں کی علامتیں اور نشانیاں ہیں۔

فائدہ نمبر:۳ معلوم ہوا کہ عماموں کے شملوں کے پیٹھوں کی جانب لٹکانا بھی مشروع اور سنت ہے۔

فائدہ نمبر:۴ معلوم ہوا کہ عمامے شریف حضور اکرم ﷺ کو بہت پسند ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے اس حدیث میں ان کے اختیار کرنے کا حکم مبارک فرمایا ہے، اور ان کی

تعریف میں سیماء الملائکہ کا لفظ مبارک بھی ارشاد فرمایا ہے، نیز عماموں کے احکام و مسائل بھی بیان فرمائے ہیں، مثلاً شملے پیٹھ پیچھے لٹکاؤ وغیرہ۔

(۳۵)........عن انس بن مالک قال قال رسول اللّٰہ ﷺ العمائم تیجان العرب فاذا وضعوا العمائم وضعوا عزھم (مسند الفردوس)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمامے عرب کے تاج ہیں، جب وہ عمامے چھوڑیں تو اپنی عزت اتار دیں گے۔ مسند الفردوس۔

حدیث پاک سے چار فائدے:

فائدہ نمبر:۱ معلوم ہوا کہ عمامہ شریف عزت مرتبہ اور شان والی چیز ہے، جس شخص کے سر پر عمامہ شریف ہوگا وہ عزت، مرتبہ اور شان والا کہا جائے گا، کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے عربوں کا تاج فرمایا ہے۔

فائدہ نمبر:۲ معلوم ہوا کہ عمامے شریف عربوں کے تاج ہیں، عربوں کو چاہئے کہ ان کی قدر کریں اور ان کو اپنے لئے باعث زینت و کمال سمجھیں۔

فائدہ نمبر:۳ معلوم ہوا کہ جب عرب عمامہ شریف باندھنا چھوڑ دینگے تو اپنی عزت و آبرو کم کر دیں گے، سبحان اللہ کہ کیا شان ہے عمامہ شریف کی کہ اس کے ترک کرنے سے انسان کی عزت کم ہو جاتی ہے۔

فائدہ نمبر:۴ معلوم ہوا کہ جو لوگ عمامہ شریف نہیں باندھتے وہ حقیقتاً من وجہٍ کم عزت ہیں، کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا وَضَعُوا عِزَّھُم یعنی وہ لوگ اپنی عزت کھو بیٹھیں گے۔

(۳۶)........عن امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللّٰہ تعالیٰ وجھہ الکریم قال قال رسول اللّٰہ ﷺ فان العمائم تیجان المسلمین (ابن عدی)

ترجمہ: امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں۔ (ابن عدی)

فوائد:

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ عمامے نہ صرف عربوں کے تاج ہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے بھی تاج ہیں، تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ ان میں اپنی عزت و آبرو سمجھیں اور ان کی قدر کریں۔

(۳۷)..........عن اسامۃ بن عمیر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اعتموا تزدادوا حلما والعمائم تیجان العرب ابن عدی، کامل، بیھقی فی شعب الایمان وروی الطبرانی صدرہ واشار المناوی الی تقویتہ۔

ترجمہ: حضرت اسامہ بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمامہ باندھو تمہارا حلم و وقار بڑھے گا اور عمامے عرب کے تاج ہیں، ابن عدی وشعب الایمان بیہقی وغیرہ۔

حدیث شریف سے دو فائدے:

فائدہ نمبر:۱ جاننا چاہئے کہ اس حدیث پاک کے دو حصے ہیں، دوسرے حصے یعنی عمامے عرب کے تاج ہیں کے فوائد پیچھے حدیث شریف میں گزر گئے ہیں، یہاں دوسرے حصے کے بارے میں فوائد پیش خدمت ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے عمامہ شریف کے باندھنے کا حکم مبارک بھی فرمایا ہے کیونکہ لفظ (**اعتموا**) امر کا صیغہ ہے یعنی عمامہ باندھو، پس جیسا کہ عمامہ شریف کا باندھنا فعلاً ثابت ہے قولاً بھی ثابت ہے۔

فائدہ نمبر:۲ معلوم ہوا کہ عمامہ شریف باندھنے سے حلم و بردباری بڑھتی ہے۔

تنبیہ: جاننا چاہئے کہ حلم ایک ایسی اعلیٰ سیرت و بے بہا دولت ہے کہ لاکھوں روپیہ بلکہ اربوں روپیہ میں بھی نہیں ملتی، لیکن آپ ﷺ نے اپنی امت پر شفقت و احسان عظیم فرما کر ایک بہت آسان عمل ہمیں بتایا ہے۔

(۳۸)........عن رکانۃ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لاتزال امتی علیٰ الفطرۃ

مالبسو العمائم علی القلانس (دیلمی)

فطرت کی تعریف:

فطرت اس قدیمی سنت کو کہتے ہیں کہ جس کو تمام انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات نے اختیار کیا ہو اور تمام شریعتوں میں اس پر عمل ہو، گویا کہ وہ ایسی طبعی چیز ہے کہ سب کی پیدائش اس پر ہوئی ہے، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۲۸۸ میں ہے: الفطرة هی السنة القديمة التی اختار هاالانبياء واتفقت عليها الشرائع وكانها امر جبلی فطروا عليه، قال السيوطی هذااحسن ماقيل فی تفسيره واجمعه.

حدیث شریف سے دو فائدے:

فائدہ نمبر:۱ معلوم ہوا کہ سنت کے مطابق ٹوپیوں پر عمامہ شریف باندھنے میں ایسی برکت ہے کہ جب تک امت محمدیہ علی صاحبها الصلوٰۃ والتسلیمات اس پر عمل کرے گی اس وقت تک فطرت پر قائم رہے گی۔

فائدہ نمبر:۲ معلوم ہوا کہ جس وقت یہ امت عمامہ باندھنا چھوڑ دے گی تو ممکن ہے کہ اس وقت ان سے فطرت پر استقامت بھی چھوٹ جائے، اللہ تعالیٰ عزوجل سب کو استقامت نصیب فرمائے۔ آمین۔

(۳۹) ....عن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان الله امدنی يوم بدروحنين بملائكة يعتمون هٰذا العمة ان العمامة حاجزبين الكفروالا يمان.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ عزوجل نے بدر و حنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو ہماری طرز کا عمامہ باندھتے ہیں بے شک عمامہ کفر و ایمان میں فرق ہے۔ (ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف، ابوداؤد طیالسی، ابن منیع مسانید، بیہقی فی السنن)

(۴۰)..........ابوعبداللہ محمد بن وضاح فصل لباس العمائم میں خالد بن معدان سے

مرسلاً راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ان الله تعالیٰ اكرم هٰذه الامة بالعصائب، بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل نے اس امت کو عماموں سے مکرم فرمایا ہے۔

فوائد: اس حدیث پاک سے دو باتیں معلوم ہوئی۔

نمبر(۱) معلوم ہوا کہ اس امت کے لئے عمامے شریف اللہ تعالیٰ عزوجل کی جانب سے تجویز شدہ ہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے لفظ اکرم ارشاد فرمایا ہے اور اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عماموں سے مکرم فرمایا ہے۔

نمبر(۲) معلوم ہوا کہ عمامہ شریف میں بتقدیر خداوند عزوجل شرف و اکرام ہے۔

(۴۱) ....وفی رواية الما وردی عن ركانة العمامة علی القلنسوة فصل مابيننا وبين المشركين ويعطیٰ يوم القيٰمة بكل كوريدورها علی راسه نورا، حاشيه ملاعلی قاری علی عين العلم صفحه ۲۴۸

ترجمہ: ماوردی نے حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق کرنے والی چیز ٹوپیوں پر عمامہ ہے اور قیامت کے دن عمامہ کے ہر ایک پیچ کے بدلے میں جسے مسلمان آدمی اپنے سر پر لپیٹتا ہے ایک نور عطا کیا جائے گا۔

فائدہ:

اس حدیث پاک کے دو جملے ہیں، پہلے جملے کا فائدہ پچھلے اوراق میں ذکر کیا گیا ہے، باقی دوسرے جملے مبارک سے یہ معلوم ہوا کہ عمامہ شریف باندھنے والے کو اس کے ہر ایک پیچ کے بدلے میں قیامت کے دن ایک ایک نور عطا کیا جائے گا، پس معلوم ہوا کہ عمامہ شریف کا ہر ایک پیچ نور ہے اور سارا عمامہ شریف نور علیٰ نور ثم نور علیٰ نور ہے۔

(۴۲)........سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام جب فرعون کو غرق کرنے کے لئے آئے تھے تو ان پر کالا عمامہ تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۲۶)

یہ روایت متصل نہیں مقطوع ہے، دو روایات کا موضوع ہونا محدثین کی تصریح سے معلوم ہوا تو وہ کالعدم ہیں، باقی ضعیف ہیں، جو متعدد صحابہ اور مختلف سندوں سے مروی ہیں، عقائد اور

حرام وحلال کے علاوہ یعنی فضائل میں محدثین ضعیف سندوں کو بھی قبول کر لیتے ہیں (تدریب الراوی ج ا ص ۲۹۸) جبکہ ضعف شدید نہ ہو اور خصوصاً جبکہ متعدد طرق سے مروی ہو، اسی وجہ سے شاید فقہائے عظام اور مفتیان کرام نے ان احادیث کے پیش نظر یہ تسلیم کر لیا ہے کہ عمامہ کے ساتھ نماز میں زیادہ ثواب ملتا ہے، کبیری میں مستحب ہونا ص ۲۱۴، فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۲۶ میں ثواب زیادہ ہونا اور فتاویٰ رحیمیہ ج ۴ ص ۳۵۷ میں مستحب ہونا مذکور ہے۔

درمختار میں قنیہ سے نقل کیا ہے: یحسن للفقهاء لفُّ عمامة طويلة ولبس ثياب واسعة، یعنی فقہاء کو طویل عمامہ لپیٹنا اور وسیع کپڑے پہننا بہتر ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ نے طحطاوی سے یہ نقل کیا ہے کہ شاید ان کے یہاں یہی عرف رہا ہوگا، دوسری جگہ اگر یہ عرف ہو کہ بغیر طول کے تعظیم کی جاتی ہو تو علمی مقام کو ظاہر کرنے کے لئے ایسا ہی کریں گے تاکہ فقہاء پہچانے جائیں اور ان سے مسائل معلوم کئے جائیں۔

(درمختار مع ردالمحتار ج ۵ ص ۲۵۰)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں ہے کہ وفات سے قبل جب سمرقند جانے کا ارادہ فرمایا تو عمامہ باندھا اور موزے پہنے، امام مسلم بھی امام ذہلی کے درس میں عمامہ کے ساتھ حاضر تھے، ان کے ایک اعلان پر اپنی چادر عمامہ پر رکھی اور چلے گئے۔

(مقدمہ فتح الباری ص ۴۹۳ و ص ۴۹۱)

عمامہ

سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنسی تحقیقات

عمامے کے بارے میں احادیث کا مطالعہ تو آپ کر چکے، اب عمامہ کی سنت پر چند سائنسی اور طبی تحقیقات ملاحظہ فرمائیں:

عمامہ میڈیکل نقطۂ نظر سے:

جسم انسانی میں سر کا پچھلا حصہ ایک خاص اہمیت کا حامل ہے، اس جگہ سے دماغ پر سردی اور گرمی کا بہت جلد اثر ہوتا ہے، اگر موسم گرما میں ننگے سر، تیز دھوپ میں گھوما جائے تو (سن سٹروک) لو لگنے کا مرض ہو جاتا ہے جس سے سر میں درد اور ابکائیاں شروع ہو جاتی ہیں، درجہ حرارت بہت بڑھ جاتا ہے، حتی کہ بعض اوقات ۱۰۸ فارن ہائٹ سے بڑھ جاتا ہے اور انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے، اس بیماری سے بچنے کے لئے حتی الامکان شدید گرمی کے دن دھوپ میں نہ نکلیں، اگر عندالضرورت جانا ہی پڑے تو سر اور گردن کو ڈھانپ کر باہر نکلیں، اس مقصد کے لئے سنت نبوی ﷺ کے مطابق عمامہ باندھنا بہت ہی احسن صورت ہے، اس طرح عمامہ باندھنے سے سر بھی ڈھک جاتا ہے اور گردن بھی، اس طرح نہ صرف اس موذی مرض سے حفاظت ہوتی ہے بلکہ سنت خیر الانام ﷺ پر عمل کا ثواب بھی ملتا ہے۔

عمامہ اور لو سے بچاؤ:

موسم گرما میں دھوپ میں کام کرنے سے بہت سے لوگوں کو شدت سے بخار ہو جاتا ہے، جس میں جسم کا درجہ حرارت بعض دفعہ ۱۱۰ درجے تک بھی پہنچ جاتا ہے اور اس سے موت واقع ہو جاتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جسم کی گرمی کے ضبط کا مرکز بے قابو ہو جاتا ہے، یہ مرکز

چونکہ سر کے پچھلے حصے کے اندر دماغ میں ہوتا ہے، اس لئے سر اور گردن کے پچھلے حصے کو ڈھانپ کر رکھنے سے اس عارضے سے بچنے میں مدد ملتی ہے۔

عمامہ کی سنت کے طبی فوائد:

عمامہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی بہت ہی پیاری سنت مبارکہ ہے، حضور اقدس ﷺ نے ہمیشہ سر پر ٹوپی پر عمامہ باندھ کر رکھا اور ہمیں اس کی ترغیب بھی دلائی، سنت پر عمل کرنے سے جہاں دینی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہاں جسمانی فوائد بھی کثیر تعداد میں ہیں۔

☆ فزیالوجی کی تحقیق اور ریسرچ کے مطابق جب حرام مغز محفوظ رہے گا تو جسم کا اعصابی نظام اور عضلاتی نظام درست اور منظّم رہے گا اور ایسا عمامہ کے شملے سے ممکن ہے۔

☆ عمامے کا شملہ نچلی دھڑ کے فالج سے بچاتا ہے، کیونکہ عمامے کا شملہ حرام مغز کو سردی گرمی اور موسمی تغیرات سے محفوظ رکھتا ہے، اس لئے ایسے آدمیوں کو سرسام کے خطرات بہت کم رہتے ہیں۔

☆ عمامے کا شملہ ریڑھ کی ہڈی کے ورم سے بھی بچاتا ہے۔

☆ دردسر کے لئے عمامہ بہت مفید ہے جو عمامہ باندھے گا اسے دردسر کا خطرہ بہت کم ہو جائے گا۔

☆ عمامہ دماغی تقویت اور یادداشت بڑھانے میں عجیب الاثر ہے۔

☆ عمامہ باندھنے سے دائمی نزلہ نہیں ہوتا اگر ہو بھی جائے تو اس کے اثرات کم ہوتے ہیں۔

☆ جو آدمی عمامہ باندھے گا وہ لو لگنے سے بچ جائے گا۔

☆ جمالیاتی نقطہ نظر سے بھی عمامہ ''چہرہ'' کو بارعب اور پرکشش بنا دیتا ہے۔

☆ جنگ اور زلزلوں کے دھماکوں کی فلک شگاف آوازوں یا طوفانی بادوباراں کی کڑک سے کانوں کو صدموں سے بچانے کے لئے عمامہ کا استعمال نہایت مفید رہتا ہے۔

☆ چنانچہ ہوائی حملوں سے بچاؤ کے لئے منہ کے بل لیٹ کر سر اور چہرے کو ڈھانکنے کے احکام دیئے جاتے ہیں، اگر سر پر شملہ کی سنت رہے تو ہم ان تمام خطرات سے

بیک وقت بچ سکتے ہیں، غرضیکہ اس سنت میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

☆ مشہور روسی ماہر نے بالوں کے گرنے سے متعلق لکھا ہے کہ پگڑی اور اوڑھنی یا بغیر ٹوپی کے ننگے سر چلنا بالوں کے لئے مضرت رساں ہے ننگے سر بالوں پر براہ راست دھوپ کی گرمی، سردی کے اثرات سے نہ صرف بال بلکہ پورا چہرہ اور دماغ بھی متاثر ہوتا ہے جس سے صحت بھی متاثر ہو سکتی ہے۔

(بحوالہ: سنتیں اور ان کی برکات اور جدید سائنس)

عمامہ کے فوائد طب اور سائنس کی نظر میں:

میڈیکل سوشیالوجی کے نقطۂ نظر سے غور کیا جائے تو عمامہ سے بے حد فوائد وابستہ نظر آتے ہیں، رسول اکرم ﷺ نے عمامہ کو ہمیشہ ٹوپی پر سے باندھا ہے اور آپ ﷺ کا مبارک عمامہ متوسط ہوتا تھا، یعنی نہ بہت بڑا اور نہ بہت چھوٹا، عموماً ۷تا۱۱ پھیر والا ہوا کرتا تھا۔ (ترمذی)

۱:۔ فوائد کے لحاظ سے عمامہ سر، کان اور گردن، حلق وغیرہ کو موسموں کے شدائد (یعنی گرمی، سردی اور بارش کی) مضرتوں سے بچاتا ہے، خصوصاً عصبی مزاج (Nervous Temperament) حساس طبیعت جو بہت جلد گرمی یا سردی سے متاثر ہو جایا کرتے ہیں، ان کے لئے عمامہ اور اوڑھنی وغیرہ ایک نعمت اور ایئر کنڈیشن کا کام دیتا ہے، چنانچہ اسی کمی یا ضرورت کو پورا کرنے کے لئے لوگ اکثر گلوبند، مفلر اور رومال، چادر وغیرہ سے سر ڈھانپ لیا کرتے ہیں اور گرما میں دھوپ اور لو سے بچاؤ رہتا ہے۔

۲:۔ بیرونی ضربات سے بطور سپر (Shield) صدمات سے سر کو محفوظ رکھتا ہے، چنانچہ انہی بیرونی صدمات سے سر کو محفوظ رکھنے کے لئے موٹر سائیکل سواروں کے لئے حکومت نے (Helmet) کا لزوم عائد کیا ہے۔

۳:۔ ضرورتاً عمامے سے دیگر اہم ضروریات زندگی بھی پوری کی جا سکتی ہیں، مثلاً:

(۱) بطور چادر بچھانے اور اوڑھنے یا بطور تکیہ کام لیا جا سکتا ہے۔

(۲) حادثات اور شدید حالتوں میں بطور کفن کام لیا جا سکتا ہے۔

(۳) حادثات اتفاقی (Accident) میں بطور جبائر (بینڈیج) کام آ سکتا ہے۔

(۴) بطور پریشر بینڈ تج (Pressurer Bandage) صدمات Shock اور بے ہوشی میں کئی قیمتیں جانیں بچائی جاسکتی ہیں۔

(۵) عمامہ حادثاتی مرضاء کو لپیٹنے ،اٹھانے اور انہیں منتقل کرنے کے لئے بطور چادر استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔

۴:۔ جمالیاتی نقطۂ نظر سے بھی ''عمامہ'' چہرہ کو بارعب اور پرفضیلت بنادیتا ہے۔

۵:۔ مسافرت میں ڈول رسی کی عدم موجودگی میں باؤلی سے پانی حاصل کرنے کا مناسب ذریعہ بن جاتا ہے۔

۶:۔ زائد شملہ (عمامہ کی دم جس کو حضور اقدس ﷺ نے بھی شانوں کے درمیان تک چھوڑا ہے) گردن اور ریڑھ کی ہڈی اور اس کے گودے حرام مغز (Spinal Cord) کو موسم کی شدت خصوصاً ''لو'' لگنے (Sun Stroke) اور (Heat Shoik) سے بچایا جاسکتا ہے، جس کے نتیجے میں درجہ حرارت ۱۰۵، ۱۰۶ ڈگری تک پہنچ جاتا ہے اور خطرناک دماغی امراض مثلاً ورم اغشیہ دماغ (دماغ کے پردوں کا ورم) وغیرہ جیسے مہلک امراض سے محفوظ اور نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

چوتھا باب

عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے کے فضائل کا ذکر

عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے کے فضائل

احادیث رسول ﷺ کے آئینہ میں

ہم سب جانتے ہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ سے لے کر صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین رضی اللہ عنہم خیر القرون سے لے کر آج تک نماز جیسی اہم عبادت کو ہمیشہ پگڑی باندھ کے ادا کی جاتی رہی ،اور پگڑی کے ساتھ نماز پڑھنے کے بڑے بڑے فضائل و درجات بیان فرمائے۔

فضائل نماز با عمامہ یعنی نماز میں عمامہ کی فضیلت:

حدیث نمبر........۱:

عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان اللّٰہ عزوجل و ملائکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ .

(اخرجہ الطبرانی فی الکبیر)

یعنی بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے جمعہ میں عمامہ باندھے ہوؤں پر درود بھیجتے ہیں۔

حدیث نمبر........۲:

عن ابی عمر رضی اللّٰہ عنہما قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلٰوۃ بلاعمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلاعمامۃ

عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

(رواہ ابن عساکر والدیلمی وابن النجار)

یعنی ایک نماز نفل ہو یا فرض عمامہ کے ساتھ پچیس نماز بے عمامہ کے برابر ہے اور ایک جمعہ عمامہ کے ساتھ ستر جمعہ بے عمامہ کے ہمسر ہے۔

حدیث نمبر........۳

عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ الصلوٰۃ فی العمامۃ تعدل بعشرۃ آلاف حسنۃ

یعنی عمامہ میں نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔(رواہ الدیلمی)

حدیث نمبر........۴

عن جابر رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ رکعتان بعمامۃ خیر من سبعین رکعۃ بلاعمامۃ

عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

(مسند الفردوس)

علامہ سخاوی آگے لکھتے ہیں کہ جو روایات ثابت نہیں ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

(۵)........دیلمی نے اپنی مسند میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے عمامہ کے ساتھ نماز پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ جمعہ کا ثواب ستر جمعوں کے برابر ہے۔

(۶)........اور اسی میں ہے کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھ کر آتے ہیں، اور غروب آفتاب تک عمامہ باندھنے والوں پر رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

(۷)........اور اسی میں ہے کہ عمامہ کے ساتھ جمعہ بغیر عمامہ کے ستر جمعوں سے افضل ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان دونوں حدیثوں کو موضوع کہا ہے،

(الفوائد المجموعہ للشوکانی صفحہ ۱۸۸۔)

(۸)........ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے رہتے ہیں، سفید عمامہ والوں کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

(۹)........حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہے۔

(۱۰)......ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن عمامہ والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور اس کے فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

(۱۱)......عمامہ سے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، کچھ صحیح کچھ ضعیف کچھ موضوع، علامہ عبدالرؤف مناوی مصری متوفی ۱۰۰۳ھ شرح شمائل ترمذی میں لکھتے ہیں۔

عمامہ سنت ہے خاص طور سے نماز کے لئے، اور تجمل کے ارادے سے، اس لئے کہ اس میں بہت سی احادیث ہیں، اور بہت سی جو بہت ضعیف ہیں، ان کا ضعف کثرتِ طرق سے دفع ہو جاتا ہے، اور اکثر کو موضوع سمجھنا تساہل ہے۔

(ہامش جمع الوسائل شرح الشمائل ج ا ص ۱۶۵)

(۱۲)......حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو عمامہ اور موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔ (بخاری شریف ج ا ص ۳۳)

(۱۳)......حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے وضو فرمایا اور سر کے اگلے حصہ پر نیز عمامہ اور موزوں پر مسح فرمایا۔ (مسلم شریف ج ا ص ۱۳۴)

(ا) صرف عمامہ پر مسح کرنا اکثر ائمہ کے یہاں جائز نہیں، اس سے وضو نہیں ہوگا ہاں سر کے چوتھائی حصہ پر مسح کرنے کے بعد عمامہ پر مسح کرنے سے فرض ادا ہو جائیگا اور وضو صحیح ہو جائیگا، مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ایسا ہی کیا تھا۔ واللہ علم۔

(۱۴)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (مرضِ وفات میں) خطبہ دیا تو آپ پر کالا عمامہ تھا

(شمائل ترمذی ص ۸ باب عمامۃ النبی ﷺ و بخاری شریف ج ا ص ۵۳۶)

(۱۵)......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا آپ پر قِطری عمامہ تھا، آپ ﷺ نے عمامہ کے نیچے اپنا ہاتھ داخل فرمایا اور سر کے اگلے حصہ کا مسح فرمایا، اور عمامہ کو نہیں کھولا۔ (ابوداؤد ص ۱۹)

قِطری......یہ ایک قسم کی موٹی کھردری چادر ہوتی تھی جس میں سُرخی ہوتی تھی، شاید قَطر کی طرف منسوب ہے، اس روایت سے سرخ رنگ کے عمامہ کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔

(بذل المجہود شرح ابوداؤد ج ا ص ۸۸)

(۱۶)......عبدالرحمٰن سلمی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کے وضو کے متعلق پوچھ رہے تھے تو انہوں نے بتایا کہ حضرت ﷺ اپنی ضرورت کے لئے جاتے تو میں پانی حاضر کر دیتا، حضرت ﷺ وضو فرماتے، عمامہ اور آنکھوں کے کنارے پر ہاتھ پھیرتے۔ (ابوداؤد ج ا ص ۹۳)

بعض نسخوں کے لحاظ سے یہ حدیث بھی معتبر ہے (دیکھئے بذل المجہود ج ا ص ۹۳)

ان تمام روایات سے آنحضرت ﷺ کا عمامہ باندھنا معلوم ہوتا ہے۔

(۱۷)......حضرت حُریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ پر کالا عمامہ تھا اس کے دونوں کناروں کو آپ نے اپنے دونوں شانوں کے درمیان (یعنی پیچھے) لٹکایا تھا۔

(مسلم ج ا ص ۴۴۰، وابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۳۹ وابن ماجہ ص ۲۵۶ وابوداؤد ص ۵۶۳)

(۱۸)......صلوٰۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلوٰۃ بلاعمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلاعمامۃ (کنز العمال ج ۸ ص ۱۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمامے کے ساتھ ادا کی گئی نفل یا فرض نماز پچیس نمازوں کے برابر ہے اور ایک جمعہ عمامے کے ساتھ ادا کیا گیا بغیر عمامے کے ادا کئے گئے ستر جمعوں کے مساوی ہے۔

(۱۹)......عن جابر بن عبداللّٰہ الانصاری قال قال رسول اللّٰہ ﷺ رکعتان بعمامۃ خیر من سبعین رکعۃ بلاعمامۃ

(راہ الدیلمی وابن اسحاق)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔ (مسند الفردوس)

فائدہ:

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ عمامہ شریف میں ایسی برکت ہے کہ وہ دو رکعتوں کے ثواب کو ستر رکعتوں کے ثواب سے بھی بڑھا دیتا ہے۔

تنبیہ:

جاننا چاہئے کہ اکثر مسلمان روزانہ پانچ وقتوں میں عموماً کم ازکم چالیس رکعتیں پڑھتے ہیں، پس اگر ہم ان تمام رکعتوں کو عمامہ شریف کے ساتھ ادا کریں تو فی رکعت پچیس گنا اور دو رکعت ستر گنا کی زیادتی کی وجہ سے ہمیں روزانہ چالیس رکعتوں کے عوض ایک ہزار چار سو رکعتوں سے بھی زیادہ رکعتوں کا ثواب ملے گا، پس وہ شخص کتنا خوش نصیب ہے کہ اپنے پیارے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مبارکہ کا اتباع کرکے روزانہ بلا تکلف بغیر عمامہ والوں کی چالیس رکعتوں کے مقابلے میں ایک ہزار تین سو ساٹھ رکعتوں سے بھی زیادہ ثواب کمالے۔

(۲۰).....ابن عساکر بطریق احمد بن محمد الرقی ثنا عیسی بن یونس حدثنا العباس بن کثیر والدیلمی بطریق الحسن بن اسحاق العجلی حدثنا اسحاق بن یعقوب القطان حدثنا سفیان بن زیاد المخری حدثنا العباس بن کثیر القرشی حدثنا یزید بن ابی حبیب عن میمون بن مهران قال دخلت علی سالم بن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالی عنهم فحدثنی ملیا ثم التفت الی فقال یااباایوب الا اخبرک بحدیث تحبه وتحمله عنی وتحدث به قلت بلی قال دخلت علی ابی عبداللّٰہ بن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما وهو یتعمم فلما فرغ التفت فقال اتحب العمامة قلت بلیٰ قال احبها تکرم ولا یراک الشیطان الاولیٰ سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول صلاۃ تطوع اوفریضة بعمامة تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعین جمعة بلا عمامة ای بنی اعتم فان الملئکة یشهدون یوم الجمعة معتمین فیسلمون علی اهل العمائم حتی تغیب الشمس.

(راوہ ابن عساکر والدیلمی وابن النجار)

ترجمہ: حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں (ایک مرتبہ) اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ عمامہ شریف باندھ رہے تھے جب آپ عمامہ سے فارغ ہوئے تو میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ (بیٹا) کیا تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی کہ بے شک جی ہاں فرمایا اسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تو تم سے پیٹھ پھیر لے گا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ عمامہ کے ساتھ ایک نماز خواہ وہ نفل ہو یا فرض بے عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بے عمامہ کے ستر جمعوں کے برابر ہے پھر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اے فرزند عمامہ باندھ، بیشک فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ باندھنے والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۶، ۴۲۷ جلد چہارم)

متن حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ عمامہ کے ساتھ نماز کا ایک دوگانہ خواہ نفل خواہ فرض، بے عمامہ کے پچیس دوگانوں کے برابر ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

سوال: اگر کوئی شخص کہے کہ اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ عمامہ والی دو رکعتیں بے عمامہ کے پچیس دوگانوں یعنی پچاس رکعتوں کے برابر ہیں، حالانکہ گذشتہ حدیث نمبر ۱۹ سے معلوم ہوا تھا کہ عمامہ والی دو رکعتیں بے عمامہ کی ستر رکعتوں سے بھی افضل ہیں تو ان دونوں حدیثوں میں مطابقت کس طرح ہوگی ظاہراً تو تعارض معلوم ہوتا ہے۔

الجواب: نمبر ۱: حضور ﷺ نے پہلے یہ قانون صادر فرمایا کہ عمامہ والا ایک دوگانہ بے عمامہ کے پچیس دوگانوں کے برابر ہے یعنی دو رکعتیں پچاس رکعتوں کے برابر ہیں، پھر آپ ﷺ نے امت پر مزید شفقت واحسان فرماکر بعدہٗ یہ اعلان صادر فرمایا کہ عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں، جاننا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ عزوجل کے ایسے حبیب مصطفیٰ ہیں (ﷺ) کہ ان کا ہر قول وحی الٰہی ہی ہے پس ان کے منہ مبارک سے جو نکلا وہ قانون الٰہی بن گیا، لہذا اب یہی آخری اعلان ہی معتبر قرار دیا جائے گا۔

جواب نمبر۲: اس حدیث پاک میں جو فرمایا گیا کہ عمامہ کے ساتھ ایک نماز بے عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اس سے مراد صرف عدد پچیس نہیں بلکہ کثرت مراد ہے یعنی عمامہ والی نماز بے عمامہ والی نماز سے بہت زیادہ ثواب رکھتی ہے جس کی تشریح دوسری حدیث مبارک میں اس طرح کی گئی کہ عمامہ والی دو رکعتیں بے عمامہ کی ستر رکعتوں سے بھی افضل ہیں خلاصہ یہ ہے کہ عمامہ والی دو رکعتوں کی فضیلت بہت زیادہ ہے۔

حدیث شریف سے تین فائدے

فائدہ نمبر......۱:

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ کا ادا کرنا بے عمامہ کے ستر جمعوں کے برابر ہے۔

فائدہ نمبر...... ۲:

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ مبارک کے دن فرشتے عمامہ مبارک باندھ کر جامع مسجد میں تشریف لاتے ہیں۔

فائدہ نمبر...... ۳:

معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن عمامہ باندھنے والوں پر جمعے میں حاضر ہونے والے تمام فرشتے سورج ڈوبنے تک سلام بھیجتے ہیں، یعنی ان کے لئے استغفار کرتے اور دعا مانگتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ یہ فائدے جو اوپر مذکور ہیں ظاہراً تو حضرعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ارشاد مبارک سے معلوم ہوئے لیکن یہ کلمات ایسے ہیں کہ کوئی صحابی ان کو اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ باتیں عقل واجتہاد سے معلوم نہیں ہوتیں، لہذا کہا جائے گا کہ آپ نے یہ کلمات ضرور حضور ﷺ سے سنے ہیں، لیکن آپ ﷺ کا نام مبارک یہاں نہیں لیا ہے، اور ایسی احادیث کو اصطلاح محدثین میں حدیث مرفوع حکمی کہتے ہیں اور یہ بلاشبہ مقبول ہیں۔

عمامہ اور نماز:

فخر المحدثین حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے

معلوم ہوا کہ عمامہ کے ساتھ نماز مستحب ہے، لیکن ترک مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی، فرماتے ہیں عمامہ کا ترک میرے نزدیک مکروہ نہیں اور کراہت کی تصریح صرف فتاوی دینیہ کے مصنف نے کی ہے، یہ سندھ کے عالم ہیں، مجھے ان کا مرتبہ معلوم نہیں، میرے نزدیک محقق یہ ہے کہ ان شہروں میں کراہت ہے جہاں اس کو شئے محترم سمجھا جاتا ہو، جہاں اس کی عادت نہیں اور جہاں اس کا اہتمام نہ ہو وہاں کراہت نہیں۔ (فیض الباری ج۲ص۸)

اسی طرح کی بات علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے بھی فرمائی ہے۔

(نفع المفتی والسائل ص۷۰)

نور المشائخ حضرت علامہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا، بلاعمامہ امامت کرنا درست بلا کراہت کے ہے اگرچہ عمامہ پاس رکھا ہو، البتہ عمامہ سے ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ص۲۲۶)

اور عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے پڑھانے پر بہت اصرار بھی ٹھیک نہیں، اس کو واجب کے درجہ میں نہ سمجھا جائے، ہاں مستحب کے درجہ میں مانتے ہوئے ترغیب دی جائیگی، علماء نے یہی لکھا ہے۔ (کتب فتاوی)

فضیلت عمامہ غیر مقلدین سے اور نماز میں عمامہ کا مسئلہ:

مشہور غیر مقلد مولوی نذیر حسین دہلوی نے لکھا ہے کہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم ومن بعدھم عام طور پر عمامہ کی موجودگی میں عمامہ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے (۲) نماز باعمامہ مستحب وافضل ہے (۳) شک نہیں کہ نماز باعمامہ کو بے عمامہ پر فضیلت ہے (۴) نہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے اور نہ بے عمامہ، دونوں مساوی ہیں بلکہ نماز باعمامہ کو بے عمامہ پر فضیلت ہے (۵) جمعہ کی نماز ہو یا کوئی اور نماز رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عمامہ باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔ (فتاوی نذیریہ ج۳ص۳۷۲)

مولوی نذیر حسین دہلوی نے مزید لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم ومن

بعد ہم عام طور پر عمامہ کی موجودگی میں عمامہ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے

(فتاوی انذیریہ ج ۳ ص ۳۷۲)

اسی صفحہ پر ہے کہ جمعہ کی نماز ہو یا کوئی اور نماز رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین عمامہ باندھ کر نماز پڑھتے تھے، عمامہ ایک مسنون کپڑا ہے ص ۳۷۳، عمامہ اور کلاہ ہر دو مسنون سنن زوائد سے ہیں (ص ۳۷۶) امام غیر مقلدین نواب صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے عمامہ شریف کا نام سحاب تھا ملخصاً (الشمامہ ص ۹۷)۔

پانچواں باب

حضور اقدس ﷺ کا عمامہ مبارک اور اس کی تفصیل کا ذکر

آنحضرت ﷺ کا عمامہ مبارک:

☆ آنحضرت ﷺ عمامہ باندھتے تھے۔

☆ اگر عمامہ نہ ہوتا تو سر اور پیشانی مبارک پر ایک پٹی باندھ لیا کرتے تھے۔

☆ آنحضرت ﷺ کا عمامہ تقریباً سات گز کا ہوتا تھا۔

☆ آپ ﷺ عمامہ باندھتے تو شملہ ضرور چھوڑتے اور کبھی عمامہ کا ایک پیچ تھوڑی کے نیچے گردن سے لے لیتے۔

☆ آپ ﷺ عمامہ کا شملہ ایک بالشت کے قریب چھوڑتے۔

☆ آپ ﷺ کے عمامہ کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان پیچھے کی طرف چھوٹا ہوا ہوتا۔

☆ عمامہ باندھنے کے ختم پر اس کا آخری پلو بجائے آگے پیچھے کے رخ میں اڑس لیتے۔

☆ تپش آفتاب کی وجہ سے کبھی عمامہ کا شملہ سر مبارک پر ڈال لیا کرتے۔

رسول اللہ ﷺ کا عمامہ مبارک اور اس کی تفصیل:

بندۂ ناچیز وحقیر اپنے پیارے رسول ﷺ کی پگڑی مبارک کے متعلق تفصیل عرض کرتا ہے تاکہ سنت نبوی ﷺ کے عامل کو اس پاک سنت کے عمل میں آسانی ہو۔

سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا کہ عمامہ باندھنے میں سنت یہ ہے کہ سفید ہو جس میں کسی دوسرے رنگھ کی آمیزش نہ ہو اور آنحضرت ﷺ کی دستار مبارک اکثر اوقات سفید ہوتی تھی، بعض نے کہا کہ جنگ اور غزوہ کے اوقات آپ ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ ہوتا تھا، بعض نے کہا کہ خود کے سبب سے جس کو آپ جنگ میں پہنے ہوتے تھے دستار کا رنگ میلا اور سیاہ ہو جاتا تھا ورنہ وہ دستار سفید ہوتی تھی، مگر ثابت یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آپ ﷺ نے سیاہ رنگ کی دستار پہنی ہے، رسول اللہ ﷺ کے گھر میں پہننے کی دستار سات یا آٹھ گز بیان کی گئی ہے پانچوں نمازوں کے وقت دستار بارہ گز اور عید اور جمعہ کے روز کی چودہ گز اور جنگ وجدل

کے وقت کی دستار پندرہ گز۔

علماءِ متأخرین نے تجویز کیا ہے سلطان، قاضی، فقیہہ، مشائخ اور نمازی کو وقار، تمکین اور شان قائم رکھنے کے لئے اکیس گز تک لمبی دستار باندھنی جائز ہے اور دستار کی مسنون صورت یہ ہے کہ وہ لمبی ہو یا زیادہ چوڑی نہ ہو اور دستار کا عرض آدھ گز ہونا چاہئے، اس کے کسی قدر کم وبیش ہو تو کوئی حرج نہیں، اور اس کی لمبائی کم از کم سات گز ہو اس گز کے حساب سے جو چوبیس انگل کا ہوتا ہے اور سنت یہ ہے کہ عمامہ باطہارت باندھے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو کر باندھے اور جب پیچ کھولے پیچ پیچ کر کے کھولے یکبارگی اتار نہ ڈالے، جب باندھنے میں پیچ پر پیچ باندھا گیا تو کھولنے میں بھی یہی ترکیب ہونی چاہئے، دستار باندھ چکنے کے بعد آئینہ یا پانی یا کسی اور عکس دار چیز میں دیکھ کر اس کو درست کرے اور شملہ رکھ کر باندھے، شملہ میں اختلاف ہے، اکثر اوقات آنحضرت ﷺ کے پس پشت ہوتا ہے اور کبھی کبھی دائیں ہاتھ کی طرف، اور بائیں طرف شملہ رکھنا غیر مسنون ہے اور شملہ کی کم از کم لمبائی چار انگل ہے اور زیادہ ایک ہاتھ پیٹھ سے زیادہ لمبا کرنا غیر مسنون ہے اور شملہ کو وقت نماز سے مخصوص سمجھنا بھی سنت نہیں، شملہ لٹکانا مستحب ہے اور زیادہ سنتوں میں سے ہے جس کے ترک کرنے میں کوئی گناہ نہیں اگرچہ اس کے کرنے میں ثواب اور فضیلت بہت ہے اور روضہ میں لکھا ہے:

ارسال ذنب العمامة بين كتفين مندوب

یعنی دونوں کاندھوں کے درمیان شملہ لٹکانا مستحب ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے:

قال ﷺ من تعمم قاعدااو تسرول قائما ابتلاه الله

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص بیٹھ کر عمامہ باندھے یا کھڑے ہو کر پاجامہ پہنے اللہ تعالیٰ اس کو اسی بلا میں مبتلا کرے گا جس کا دفعیہ نہ ہو سکے گا اور اگر معذور ہو تو جائز ہے۔

عمامہ کی مقدار:

ملا علی قاری رحمہ اللہ جمع الوسائل شرح شمائل میں لکھتے ہیں:

کہ شیخ جزری نے تصحیح مصابیح میں لکھا کہ میں نے کتابوں کو تلاش کیا سیرت و تاریخ کی کتابیں بھی دیکھیں کہ کہیں مجھے رسول اللہ ﷺ کے عمامہ کی مقدار مل جائے، لیکن مجھے کچھ نہیں ملا تا آنکہ مجھے ایک ایسا شخص ملا جس پر مجھے اعتماد ہے، اس نے بتایا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ رسول پاک ﷺ کے پاس دو عمامہ تھے ایک چھوٹا، دوسرا بڑا چھوٹے کی مقدار سات ذراع اور بڑے کی مقدار بارہ ذراع تھی۔ (جزری کی بات ختم ہوئی)

ملا علی قاری آگے لکھتے ہیں کہ المدخل کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا عمامہ سات ذراع کا تھا، چھوٹے بڑے کی کوئی تفصیل نہیں (جمع الوسائل ا ص ۱۶۸)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ میں بھی یہی بات لکھی ہے، جزری کا مذکورہ قول علامہ عبدالرؤف مناوی نے بھی شرح شمائل ترمذی میں ذکر کیا ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے الحادی فی الفتاویٰ میں فرمایا ہے کہ حضرت ﷺ کے عمامہ شریف کی مقدار کسی روایت سے ثابت نہیں۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۳ ص ۴۹)

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں کہ جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضرت ﷺ کے عمامہ کی مقدار اتنی اور اتنی تھی اس کو کسی دلیل سے ثابت کرنا چاہئے، صرف دعویٰ کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں حضور ﷺ کے عمامہ کی مشہور مقدار روایات میں نہیں ہے، طبرانی کی ایک روایت میں سات ذراع آئی ہے، بیجوری نے ابن حجر سے اس کا بے اصل ہونا نقل کیا ہے۔

(خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی ص ۶۷)

علامہ عبدالرؤف مناوی نے ابن حجر ہیثمی سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں جان لو کہ حضرت ﷺ کے عمامہ کے طول و عرض کے بارے میں جیسا کہ بعض حفاظ نے فرمایا کوئی بات محقق نہیں، باقی طبرانی میں اس کے طول کے بارے میں جو آیا ہے کہ وہ سات ذراع لمبا اور

ایک ذراع چوڑا تھا اور یہ کہ سفر میں سفینہ اور حضر میں کالا اونی تھا اور بعض نے اس کے برعکس کہا اور یہ کہ اس کا شملہ سفر میں اس کے سوا کا ہوتا تھا اور حضر میں اسی عمامہ کا ہوتا تھا، یہ سب بے اصل ہے (اس کا کوئی ثبوت نہیں) (شرح مناوی للشمائل مع جمع الوسائل ج ا ص ۱۷۰)

ان نقول سے معلوم ہوا کہ فن کے ان ماہرین اور محققین کو عمامہ کی مقدار کے بارے میں کوئی قابل اعتبار روایت نہیں مل سکی، اس لئے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ اس سلسلہ میں کوئی تحدید نہیں جس کو لوگ عمامہ سمجھیں اس سے یہ سنت ادا ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، تولیہ اور رومال، ٹوپی پر باندھنا مکروہ نہیں، یعنی عمامہ کے طور پر باندھنا بلکہ اطلاق عمامہ کا اس پر ہوگا اور باندھنے والا مستحق ثواب ہوگا، اس میں تحدید شرعی نہیں۔ (فتویٰ دار العلوم مبوب مکمل ج ا ص ۱۵۹)

فخر المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی تقریروں میں عمامہ سے متعلق یہ ارشادات موجود ہیں، خذ وزینتکم عند کل مسجد کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ لفظ زینت یہ چاہتا ہے کہ آدمی جب مسجد میں آئے تو اچھی سے اچھی حالت میں ہو، چنانچہ حدیث وفقہ نے اس کو بیان کیا ہے، فقہ میں ہے کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے ان میں سے ایک عمامہ بھی ہے۔ الخ۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۸)

نیز فرماتے ہیں شیخ شمس الدین جزری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے عمامہ کی مقدار کا تتبع کیا تو شیخ محی الدین نووی رحمہ اللہ کے کلام سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کا عمامہ تین طرح کا تھا، ایک تین ہاتھ کا، دوسرا سات ہاتھ کا، تیسرا بارہ ہاتھ کا، یہ ہاتھ آدھا گز کا ہوتا ہے، تیسرا عمامہ عیدین کے لئے تھا۔ (فیض الباری ج ۴ ص ۳۷۵)

تقریر ترمذی میں فرماتے ہیں حضرت ﷺ کا عمامہ اکثر اوقات میں تین شرعی ذراع کا تھا، پانچوں نمازوں کے لئے سات ذراع کا تھا، اور جمعہ و عیدین میں بارہ ذراع کا تھا۔ (العرف الشذی مع الترمذی ج ا ص ۳۰۴)

تنبیہ:

علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی ان تقریروں میں تین ذراع کا جو ذکر ہے ہم کو کسی اور کتاب میں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا، شیخ جزری رحمہ اللہ کا کلام ملا علی قاری رحمہ اللہ اور عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ کی کتابوں سے گذرا اس میں صرف سات اور بارہ کا ذکر ہے، تین کا نہیں، اسی طرح پانچوں نمازوں اور عیدین وغیرہ کی تفصیل بھی کسی اور کتاب میں نظر سے نہیں گذری۔ واللہ اعلم

چنانچہ کبیری شرح منیۃ المصلی میں مذکور ہے کہ نماز تین کپڑوں میں مستحب ہے اس میں ایک عمامہ بھی ہے (کبیری ص ۲۱۴) اس لئے عمامہ کا استحباب تسلیم ہے لیکن اس کی کوئی مقدار معلوم نہیں۔ واللہ اعلم۔

چھٹا باب

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وسلف صالحین رحمہم اللہ کے عماموں کا ذکر

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وسلف صالحین رحمہم اللہ اور عمامہ:

(۱)..... بخاری شریف میں ایک یہودی ابورافع عبداللہ بن ابی الحقیق کے قتل کا قصہ تفصیل سے مذکور ہے، اس کو بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ ابن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چاندنی رات میں گر گیا اور پنڈلی ٹوٹ گئی، میں نے عمامہ سے اس پر پٹی کی طرح باندھ لیا اور چل دیا۔ (بخاری شریف طبع پاکستان ج ۲ ص ۵۷۷)

اس سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ جب اس مہم پر روانہ ہوئے تو عمامہ باندھے ہوئے تھے، یہ حضرت ﷺ کے زمانہ کا واقعہ ہے اور حضرت ﷺ ہی نے ان کو ایک جماعت کے ساتھ بھیجا تھا۔

(۲)...... حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سجدہ کرتے تھے اور ان کے ہاتھ ان کے کپڑوں میں ہوا کرتے تھے اور ان میں بعض اپنی ٹوپی اور بعض عمامہ پر سجدہ کیا کرتے تھے (اس کو عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس کو تعلیقاً ذکر کیا ہے (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۳)

(۳)...... بخاری شریف کی ایک لمبی روایت میں مذکور ہے، جعفر ابن امیہ ضمری فرماتے ہیں کہ میں عبیداللہ ابن عدی کے ساتھ نکلا، وحشی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور عبیداللہ اپنے عمامہ کو اس طرح لپیٹے ہوئے تھے کہ وحشی رضی اللہ عنہ ان کی آنکھوں اور پاؤں کے سوا کسی چیز کو نہیں دیکھ رہے تھے (بخاری ج ۲ ص ۵۸۳) اور عبیداللہ صحابی ہیں آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے، کما ذکرہ ابن حبان۔ (اصابۃ لابن حجر ج ۵ ص ۷۵)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عبیداللہ پورے جسم پر کپڑے پہنے ہوئے تھے اور عمامہ میں اپنے چہرہ کو چھپا رکھا تھا۔

(۴)...... ابوعمر فرماتے ہیں کہ میں نے عبیداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا کہ ایک عمامہ خریدا جس میں نقش ونگار تھا، پھر قینچی منگوائی اور اس کو کاٹا۔ (ابن ماجہ ص ۲۵۶)

مصنف ابن ابی شیبہ کی آٹھویں جلد میں بہت سے صحابۂ کرام اور تابعین کے عمامہ کا تذکرہ ہے، متعدد لوگوں کے بیانات متعدد صحابہ اور تابعین کے بارے میں مذکور ہیں، مختصراً وہ

یوں ہیں۔

(۵)...... راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کالا عمامہ دیکھا اس کے کنارے کو پیچھے لٹکائے ہوئے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۳۴)

(۶)....... دوسری روایت میں ہے کہ کالا عمامہ باندھے ہوئے تھے اور اس کو آگے اور پیچھے لٹکائے ہوئے تھے۔ (ایضا ج ۸ ص ۲۳۵)

(۷)...... ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کالا عمامہ تھا۔ (ایضاً ج ۸ ص ۲۳۴)

(۸)....... حضرت انس رضی اللہ عنہ پر کالا عمامہ تھا بغیر ٹوپی کے، پیچھے تقریباً ایک ذراع لٹکائے ہوئے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۳۵)

(۹)....... حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر کالا عمامہ تھا۔ (ایضاً)

(۱۰)...... حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پر کالا عمامہ تھا۔

(ایضاً ج ۸ ص ۲۳۶ و ج ۸ ص ۲۳۷)

(۱۱)....... حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ پر کالا عمامہ تھا۔ (ایضاً)

(۱۲)...... نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عمامہ باندھتے تھے اور دونوں شانوں کے درمیان لٹکاتے تھے، عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے مشائخ (نافع وغیرہ) نے ہم کو بتایا کہ صحابۂ کرام کو انہوں نے دیکھا کہ عمامہ باندھتے اور شانوں کے درمیان لٹکاتے۔ (ایضاً ج ۸ ص ۲۴۰)

(۱۳)...... عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ عمامہ باندھے ہوئے ہیں اور اس کو آگے اور پیچھے لٹکائے ہوئے ہیں اور میں نہیں کہہ سکتا کہ ان دونوں میں کون زیادہ طویل تھا۔ (ایضاً)

(۱۴)...... ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ عمامہ کے دونوں کناروں کو اپنے آگے لٹکائے ہوئے تھے۔ (ایضاً)

(۱۵)...... سلیمان بن ابی عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے مہاجرین اولین کو پایا کہ سوتی عمامے باندھتے تھے، کالے، سفید، سرخ، ہرے، اور زرد رنگ کے، ان میں سے ایک عمامہ کو سر

پر رکھتا پھر ٹوپی رکھتا پھر عمامہ کو اس طرح یعنی اس کے بیچ پر لپیٹتا تھوڑی کے نیچے سے اس کو نکالتا نہیں تھا۔ (ج ۸ ص ۲۴۱)

(۱۶)...... حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر لنگی چادر اور عمامہ دیکھا گیا۔ (ایضاً)

(۱۷)...... حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ عمامہ باندھتے تو اس صورت کو مکروہ سمجھتے تھے کہ داڑھی اور حلق کے نیچے اس کو کریں۔ (ایضاً)

(۱۸)...... حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ پر کالا عمامہ تھا۔ (ایضاً ج ۸ ص ۲۳۷)

(۱۹)...... حضرت ابونضرہ رضی اللہ عنہ پر بھی (ایضاً) اپنی گردن کے نیچے اس کو لٹکائے ہوئے تھے (ایضاً ج ۸ ص ۲۴۰)

(۲۰)...... حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ پر بھی کالا عمامہ تھا۔ (ایضاً ج ۸ ص ۲۳۷)

محمد بن الحنفیۃ، اسود، اور حسن بصری پر بھی کالا عمامہ تھا، نیز شعبی اور سعید بن جبیر پر سفید عمامہ ہونا بھی ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے۔ (ج ۸ ص ۲۳۶ و ج ۸ ص ۲۴۰)

قاضی شُریح اور سالم و قاسم کا پیچھے عمامہ کا لٹکانا بھی مذکور ہے۔ (ایضاً ۲۴۰)

حضرت شُریح ایک پیچ کے ساتھ عمامہ باندھتے تھے۔ (ایضاً ص ۲۴۱)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمامے:

ثم دخل رسول اللہ ﷺ بیتہ ومعہ ابوبکر وعمر فعممہ ولبسہ۔

(طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۸)

پس رسول اللہ ﷺ اپنے گھر مبارک سے باہر شریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے تو رسول اللہ ﷺ نے دونوں کو عمامے بندھائے اور دونوں کو لباس پہنائے۔

اسی طرح خصائل کبریٰ (ج ۲ ص ۲۰۹) میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو عمامہ بندھوایا۔

ساتواں باب

عمامہ میں شملہ لٹکانے کا ذکر

عمامہ میں شملہ لٹکانا:

عمامہ باندھنے میں یہ طریقہ بہتر ہے کہ شملہ لٹکایا جائے یعنی اس کے نیچے یا اوپر والے کنارے کو یا دونوں کو لٹکایا جائے اور لٹکانے میں بہتر صورت یہ ہے کہ پیچھے لٹکایا جائے، زیادہ معتبر روایات میں یہی صورت آئی ہے، شملہ نہ لٹکانے کو بھی بعض علماء نے جائز بتایا ہے۔
(جمع الوسائل ج ۱ص ۱۶۸)

(۱) عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا ایک نوجوان نے ان سے عمامہ کے شملے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ میں اس کو جانتا ہوں تم کو صحیح بتاؤں گا، فرمایا میں حضرت ﷺ کی مسجد میں تھا، حضرت ﷺ کے ساتھ یہ صحابہ بھی تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حذیفہ رضی اللہ عنہ، ابن عوف رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، یہ کل دس ہوئے، ایک انصاری نوجوان آیا، حضرت ﷺ کو سلام کر کے بیٹھ گیا، حضرت ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے (کچھ نصیحت فرمائی) پھر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ایک دستہ جانے والا ہے، اس کے لئے تم تیار ہو جاؤ، صبح کو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تیار ہو کر آ گئے کالے رنگ کا سوتی عمامہ باندھے ہوئے تھے، حضرت ﷺ نے ان کو اپنے قریب کیا، ان کا عمامہ کھولا اور سفید رنگ کا عمامہ باندھا اور پیچھے چار انگل یا اس اس کے قریب لٹکایا اور فرمایا، ابن عوف اس طرح عمامہ باندھا کرو، یہ واضح اور بہتر ہے (یا یہ مطلب ہے کہ یہ عربی اور بہتر طریقہ ہے) پھر حضرت ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جھنڈا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دیدو (الحدیث) (مستدرک حاکم ج ۴ص ۵۴۰)

حاکم نے کہا یہ حدیث بخاری و مسلم میں نہیں آئی ہے لیکن اس کی سند صحیح ہے، ذہبی نے بھی اس سے موافقت کی، علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کی اور اس کی سند حسن ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ص ۱۲۳)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خندق کے دن میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے شکل کے ہیں، ایک سواری پر سوار اور حضرت ﷺ سے چپکے چپکے باتیں کر رہے ہیں، ان کے سر پر عمامہ ہے اور اس کا کنارہ لٹکایا ہوا ہے، میں نے حضرت ﷺ سے پوچھا تو فرمایا کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے، مجھ کو حکم دیا کہ میں بنی قریظہ کی طرف نکلوں (مستدرک حاکم ج ۴ص ۱۹۳ حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے ذہبی نے بھی کہا صحیح ہے)

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک آدمی ترکی گھوڑے پر سوار حضرت ﷺ کے پاس آیا، اس پر عمامہ تھا دونوں شانوں کے درمیان اس کا کنارہ لٹکا رکھا تھا، میں نے حضرت ﷺ سے پوچھا تو فرمایا تم نے ان کو دیکھ لیا تھا وہ جبرئیل علیہ السلام تھے (ایضاً)

(۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ﷺ جب عمامہ باندھتے تو دونوں شانوں کے درمیان (شملہ) لٹکاتے تھے، نافع (ابن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد) فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے، عبیداللہ (اس حدیث کے ایک راوی) فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم اور سالم کو دیکھا کہ یہ دونوں بھی ایسا کرتے تھے (ترمذی ج ۱ص ۳۰۴ ترمذی نے اس پر صحت یا حسن کا کوئی حکم نہیں لگایا، ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے، حدیث عمرو بن حریث جو مسلم میں آئی ہے اس کی تائید کرتی ہے اور دیگر حدیثیں بھی۔
(تحفہ ج ۳ص ۵۰)

مشکوٰۃ میں ہے کہ ترمذی نے اس کو روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے (ص ۳۷۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مشکوٰۃ کے پاس ترمذی کا جو نسخہ تھا اس میں غریب کے ساتھ حسن بھی تھا، عرب کے چھپے ہوئے بعض نسخوں میں ہم نے بھی لفظ حسن دیکھا ہے۔

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو عمامہ باندھا اور چار انگل لٹکایا اور فرمایا کہ جب میں آسمان پر گیا تھا تو اکثر فرشتوں کو عمامہ باندھے ہوئے دیکھا تھا (طبرانی نے اس کو نقل کیا، ان کے اسناد ضعیف ہیں)
(مجمع الزوائد ج۵ ص۱۲۳)

(۶) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آنخضرت ﷺ کے پاس آئے تو ان پر کالا عمامہ تھا اور اس کے کناروں کو پیچھے لٹکایا تھا (اس کو طبرانی نے نقل کیا اس میں عبیداللہ بن تمام ایک راوی ضعیف ہیں) (مجمع الزوائد ج۵ ص۱۲۳)

(۷) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب عمامہ باندھتے تو عمامہ کو آگے اور پیچھے لٹکاتے (طبرانی نے اس کو معجم اوسط میں روایت کیا اس میں حجاج راوی ضعیف ہیں)۔ (مجمع الزوائد ج۵ ص۱۲۳)

(۸) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنخضرت ﷺ جب کسی کو والی بنا کر بھیجتے تو اس کو عمامہ باندھتے اور داہنی طرف کان کی جانب عمامہ کو لٹکاتے (یہ طبرانی کی روایت ہے اس میں جمیع نامی ایک راوی ضعیف ہیں)۔ (مجمع الزوائد ج۵ ص۱۲۳)

(۹) ابوعبدالسلام کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت ﷺ کس طرح عمامہ باندھتے تھے تو فرمایا کہ عمامہ کے پیچ کو اپنے سر پر لپیٹتے تھے اور پیچھے اس کو داخل کردیتے تھے اور دونوں شانوں کے درمیان اس کو لٹکاتے تھے (طبرانی نے اوسط میں اس کو روایت کیا اس کے تمام روای صحیح کے راوی ہیں، سوائے ابوعبدالسلام کے لیکن وہ بھی ثقہ ہیں۔
(مجمع الزوائد ج۵ ص۱۲۳ و فتح القدیر ج۵ ص۲۱۳)

(۱۰) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے مجھ کو عمامہ باندھا تو آگے اور پیچھے لٹکایا (ابوداؤد ص۵۶۴) اس میں ایک راوی مجہول ہیں۔

(۱۱) حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا تم عمامہ باندھا

کرو اس لئے کہ وہ فرشتوں کی علامت ہے اور پیچھے اس کو لٹکایا کرو (بیہقی نے شعب الایمان میں اس کو روایت کیا، مشکوٰۃ ص۳۷۷)

(۱۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے (طبرانی نے اس کو روایت کیا اس میں ایک راوی بقول دارقطنی مجہول ہے، مجمع الزوائد ج۵ ص۱۲۳)

(۱۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے، یہ بھی ضعیف ہے
(مقاصد حسنہ ص۴۶۶)

(۱۴) ایک صاحب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور پوچھا کہ ابوعبدالرحمٰن (یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) کیا عمامہ سنت ہے؟ فرمایا ہاں، آنخضرت ﷺ نے ابن عوف سے فرمایا کہ جاؤ، اپنے کپڑے اپنے اوپر لٹکالو اور اپنا ہتھیار پہن لو، چنانچہ انہوں نے ایسا کیا، پھر حضرت ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ نے ان کے کپڑے کو لے کر عمامہ باندھا تو آگے اور پیچھے لٹکایا۔ (عمدۃ القاری ج۲۱ ص۳۰۷ عن کتاب الجہاد لابن ابی عاصم)

(۱۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سوتی کالا عمامہ باندھا اور آگے اتنا سا باقی رکھا۔ (عمدۃ القاری ج۲۱ ص۳۰۷ عن ابن ابی شیبہ)

شاید اتنا سا کہتے ہوئے انگلی سے کچھ اشارہ کیا ہوگا جو روایت میں مذکور نہیں، آئندہ روایت اس کو واضح کررہی ہے۔

(۱۶) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ابن عوف رضی اللہ عنہ کو کالا سوتی عمامہ باندھا اور پیچھے چار انگل کے بقدر لٹکایا اور فرمایا کہ اس طرح عمامہ باندھا کرو۔
(عمدۃ القاری ج۲۱ ص۳۰۷)

ان دونوں روایتوں میں آگے اور پیچھے کا جو اختلاف ہے اس کو تعداد واقعہ پر محمول کرسکتے ہیں، اس سے پہلے بھی ابن عوف رضی اللہ عنہ کا واقعہ گذرا، اس میں اور ان میں عمامہ کے رنگ

کے بارے میں جو اختلاف ہے اس کا بھی یہی جواب ہے۔

(۱۷) عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے خیبر کے موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو کالا عمامہ باندھا اور پیچھے اور بائیں مونڈھے کی طرف سے لٹکایا (عمدہ ج۲۱ص۳۰۷)

عبدالاعلیٰ بن عدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غدیر خم کے موقعہ پر بلا کر عمامہ باندھا تو عمامہ کا شملہ پیچھے کی طرف لٹکایا، پھر فرمایا کہ اسی طرح عمامہ باندھا کرو، اس لئے کہ یہ عمامہ اسلام کی نشانی ہے اور مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان فرق کرنے والی چیز ہے۔ (عمدۃ القاری ج۲۱ص۳۰۸عن معرفۃ الصحابہ لابی نعیم)

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن سعد رازیؒ کہتے ہیں کہ میرے والد نے اپنے والد صاحب سے نقل کیا کہ انہوں نے بخاریٰ میں ایک آدمی کو دیکھا جو خچر پر سوار تھے اور کالا عمامہ پہنے ہوئے تھے، کہہ رہے تھے کہ یہ عمامہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے پہنایا ہے۔ (ترمذی ج۲ص۶۹وتحفہ ج۴ص۲۰۶)

ان صحابی کا نام حضرت عبداللہ بن خازم رضی اللہ عنہ تھا جو امیر خراسان ہوئے۔ (تحفہ ایضاً)

آٹھواں باب

عمامہ کے رنگوں کا ذکر

سفید رنگ اور جدید سائنسی تحقیقات

عمامہ کا رنگ:

اب تک جو روایات گذریں ان سے عمامہ کے رنگ کا پتہ چلتا ہے، کالے رنگ کا عمامہ صحیح روایتوں میں مذکور ہے، سفید رنگ کا بھی مستدرک حاکم اور طبرانی کی روایت سے ثابت ہے، قطری کا ذکر بھی ابوداؤد سے ہو چکا ہے، جس میں سرخی ہوتی تھی، ان روایات سے ان کے رنگ کے بارے میں توسع معلوم ہوتی ہے، دوسری طرف یہ دیکھئے کہ رسول اللہ ﷺ نے سفید کپڑے پہننے کا حکم دیا، فرمایا:

وعليكم بالثياب البيض فالبسوها فانها اطيب واطهر وكفنوافيها موتاكم اخرجه احمد واصحاب السنن والحاكم وصححه،وفی حديث ابن عباس فانها من خيرثيابكم اخرجه احمد واصحاب السنن الا النسائی وصححه الترمذی وابن حبان. (فتح الباری ج۱۰ص۲۸۳ کتاب اللباس باب الثیاب البیض)

اور عمامہ بھی لباس میں داخل ہے۔

مناوی شرح زیلعی سے نقل کرتے ہیں کہ کالے عمامہ کا پہننا مسنون ہے، اس لئے کہ اس کی حدیث وارد ہوئی ہے، اور جو بھی ہو عمامہ میں افضل سفید ہے، حضرت ﷺ کا کالے عمامہ کا پہننا اور ملائکہ کا بدر کے دن پیلے عمامہ کے ساتھ اترنا اس کے منافی نہیں، اس لئے کہ اس وقت کچھ خاص مقاصد اور مصلحتیں رہی ہوں گی جن کی وجہ سے یہ رنگ اختیار کئے گئے، جیسا کہ بعض بڑے علماء نے اس کو بیان فرمایا ہے، اس لئے صحیح حدیث میں سفید کپڑوں کے پہننے کا جو عام حکم آیا ہے اور یہ کہ سفید رنگ زندگی اور موت دونوں میں بہترین ہے وہ اپنی جگہ عموم کے ساتھ باقی ہے اس طرح کے واقعات اس کے منافی نہیں (شرح شمائل للمناوی ج۱ص۱۶۵) اور مناوی نے خود بھی یہی فرمایا ہے۔ (دیکھئے فیض القدیر ج۱ص۵۵۶)

حضور اقدس ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم زیادہ تر سفید عمامے باندھتے تھے:

مرقاۃ صفحہ ۲۶۹ ج ۳ میں نووی سے نقلاً مرقوم ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء

راشدین رضی اللہ عنہم زیادہ احوال میں سفید عمامے شریف باندھتے تھے، باقی دوسرے رنگ کبھی کبھی خاص موقعوں پر استعمال فرماتے تھے۔ ردالمحتار شامی صفحہ ۳۰۷ جلد ۵ میں ہے:

ويستحب الابيض وكذاالاسود لانه شعاربنی العباس ودخل عليه الصلوٰة والسلام مكة وعلى رأسه عمامة سوداء ولبس الاخضر سنة كمافی الشرعة اه من الملتقى وشرحه.

ترجمہ: اور سفید لباس اچھا ہے، اسی طرح سیاہ لباس بھی کیونکہ یہ (سیاہ لباس) قبیلہ بنوالعباس کی خصوصی علامت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ شریف میں اس حالت میں داخل ہوئے کہ آپ ﷺ کے سر پر سیاہ عمامہ شریف تھا، اور سبز لباس کا پہننا سنت ہے جیسا کہ کتاب "الشرعۃ" میں ہے۔

عین العلم صفحہ ۲۴۵ میں ہے:

ويختار الثوب الابيض فهواحب الالوان اليه عليه الصلوٰة والسلام وكان يلبس الاخضر والصوف،عين العلم من تصنيف العلامة العارف الواصل بالله مولاناشيخ محمد بن عثمان بن عمر البلخی الحنفی تغمده الله تعالٰى برحمته . آمين .

ترجمہ: اور وہ سفید کپڑے پسند کرے کیونکہ سفید رنگ حضور ﷺ کا پسندیدہ رنگ ہے، اور آپ ﷺ سبز اور اونی کپڑا بھی پہنتے تھے، عین العلم من تصنیف علامہ عارف باللہ واصل باللہ شیخ محمد بن عثمان بلخی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

سفید رنگ کے ثبوت کے لئے ایک حدیث شریف:

سفید رنگ کے ثبوت کے لئے مندرجہ ذیل ایک حدیث پاک جو کہ احادیث مبارکہ کی بہت سی کتابوں میں موجود ہے کافی ہے:

البسواالثياب البيض فانها اطهرواطيب رواه احمد والترمذی وقال هذا

حدیث حسن غریب،

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۷۴ وشمائل ترمذی عربی صفحہ ۵)

ترجمہ: تم سفید کپڑے پہنا کرو، کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ اچھے ہیں۔

ینبوع الحکمۃ حاشیہ عین العلم صفحہ ۲۴۸ میں اس کی تصریح اس طرح موجود ہے، وفی روضۃ الاخبار حضرت رسول ﷺ می بست عمامہ سفید بر سر اطہر وعلاقہ بین الکتفین می گذاشت۔

ترجمہ: آپ ﷺ اپنے سر مبارک پر سفید عمامہ شریف باندھتے اور شملہ دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑتے تھے۔

اور سیاہ رنگ کے عمامہ شریف کے ثبوت کے لئے اس رسالہ کی حدیث کے پچھلے اوراق میں مذکور ہیں، کافی اور وافی صریحاً دلیل ہیں۔

سفید لباس کی اہمیت

سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنسی تحقیقات

سفید لباس بہترین سنت نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام ہے، حضور اکرم ﷺ اکثر سفید لباس ہی پہنا کرتے تھے، اس بارے میں چند احادیث پیش خدمت ہیں۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سفید کپڑے پہنا کرو، کیونکہ وہ زیادہ صاف ستھرے ہیں اور انہی (سفید کپڑوں) میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔'' (شمائل ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے مسجدوں اور قبروں میں تمہارے لئے سب سے بہترین لباس سفید لباس ہے۔'' (ابن ماجہ)

مرد کے لئے سفید کے علاوہ دوسرے رنگ بھی جائز ہیں، لیکن سرخ اور زعفرانی رنگ کے کپڑوں کی ممانعت آئی ہے، البتہ عورتوں کو اجازت ہے، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص سرخ کپڑے پہنے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا حضور اکرم ﷺ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر زعفرانی رنگ کے دو کپڑے دیکھے، تو فرمایا: یہ کفار کا لباس ہے، ان کپڑوں کو مت پہنا کرو، میں نے عرض کیا کہ ان کو دھو لیتا ہوں، فرمایا (نہیں) بلکہ ان کو جلادو۔ (مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف)

اس ضمن میں سفید لباس ورنگ کی افادیت پر ہم چند تحقیقات ومشاہدات پیش کررہے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

سفید لباس بلحاظ صحت:

شفاخانوں اور ہسپتالوں میں سفید لباس کا عام رواج ہے، اسی طرح بیماریوں کے علاج

میں دھوپ کی قدر و قیمت بھی مسلمہ ہے، اس لئے ہر ممکن ذریعہ سے مریض کو اس بات کو موقعہ دینا چاہئے کہ وہ دھوپ کے منافع سے اچھی طرح متمتع ہو سفید لباس سے روشنی اچھی طرح نفوذ کرتی ہے، جس کی وجہ سے جسم کو بخوبی نشونما کا موقع ملتا ہے، کمزور آدمیوں کو تاریک و تنگ کمروں میں نہ رہنا چاہئے اور نہ انہیں اس بات کی اجازت دینی چاہئے کہ وہ سایہ یا معمولی شیشہ والی کھڑکیوں کے نیچے رہیں، ایسے کمرہ میں سکونت رکھنا جہاں معمولی شیشہ میں سے روشنی آتی ہو بنفشی شعاعوں کے نقطہ نظر سے اسی طرح مضر صحت ہے جس طرح کسی اندھیری کوٹھری میں رہنا قوائے جسم کو برباد کر دیتا ہے، کیونکہ کھڑکی کے شیشے عام طور پر قوت اور مستعدی کے قیمتی جوہر کو جسم انسانی سے بالکل خارج کر دیتے ہیں، سفید کپڑوں میں ملبوس رہنے کے علاوہ کمزوروں کو دن کے بہت سے گھنٹے کھلے آسمان کے نیچے کھلی ہوا میں بسر کرنے چاہئیں سورج کی بے روک ٹوک سیدھی کرنیں صحت کے حق میں خاص طور پر مفید ہیں لیکن وہ روشنی جو آسمان سے بادلوں میں سے ہو کر پڑتی ہے بھی کم نفع بخش نہیں اگر درخت یا دوسری سایہ دار جگہ کے نیچے سے آسمان کا کچھ حصہ نظر آتا ہو تو وہ بھی صحت کے حق میں بہت نفع رساں ہے وہ بچے جن کے جسم کی بالیدگی ترقی پذیر ہو تو وہ ضرور ہی سفید پوش پوشاک میں ملبوس ہونے چاہئیں اور اگر ان کا لباس رنگ دار ہو تو وہ رنگ نہایت ہلکا ہونا بہتر رہے گا، جس طرح پودوں کی بالیدگی میں روشنی کی بے حد ضرورت ہے اسی طرح بچے بھی اپنی نشو ونما میں روشنی اور کھلی فضا کے محتاج ہیں، ظاہر ہے کہ جو پودے تاریکی میں نشو ونما پاتے ہیں وہ کمزور اور پست قامت رہتے ہیں اور جراثیم کا آسانی سے شکار بن جاتے ہیں اور انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ جلد ہی موت کے چنگل میں گرفتار ہو جاتے ہیں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی دو تہائی آبادی شہروں میں سکونت پذیر ہے اور قریب قریب ساری آبادی اسی محرومی میں مبتلا رہتی ہے کہ دھوپ ان کے جسم کو مس نہیں کرتی، معلوم ہوا کہ صرف چہرے اور ہاتھوں پر دھوپ پڑ جانا ہرگز کافی نہیں، چمڑے کا رقبہ قد کے لحاظ سے کم و بیش ہوتا ہے، بالغ آدمی کے جسم کا رقبہ اوسطاً پندرہ بیس مربع فٹ ہے، حالانکہ ہاتھ اور چہرہ کا کل رقبہ جسم کے دسویں حصہ سے بھی کم ہے اس سے معلوم ہوگا کہ حصول صحت کے لئے صرف دسویں حصہ پر دھوپ پڑ جانا ہرگز کفایت نہیں کرتا۔

ہمارے اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہوگا کہ وہ لوگ جو وزنی اور سیاہ رنگ کے کپڑے پہنتے

ہیں حقیقت میں بہت کم روشنی ان کے جسم کو مس کرتی ہے اگر چہ وہ اپنے اوقات کا بیشتر حصہ کھلی ہوا ہی میں کیوں نہ گزاریں، جہاں تک ممکن ہو موسم گرم میں چھوٹے بچوں کو بہت کم لباس پہنانا چاہئے تاکہ ان کے جسموں کو کافی دھوپ اور ہوا لگ سکے، موسم گرم ہو خواہ سرد، افزائش صحت کے لئے سفید لباس اختیار کرنا ضروریات میں سے ہے۔

سفید رنگ اور جدید سائنسی تحقیقات:

سفید رنگ محبت اور امن کی علامت ہے، فطری ماحول میں یہ رنگ چاند، چاندی، دودھ اور دودھ سے بنی ہوئی اشیاء میں نظر آتا ہے، سفید رنگ تمام رنگوں کا مرکب ہے، دواخانوں اور ہسپتالوں میں اکثر یہی رنگ نظر آتا ہے، اس رنگ کی خوبی یہ ہے کہ یہ بہترین پس منظر ثابت ہوتا ہے، سفید رنگ کے پس منظر میں جس رنگ کی چیز بھی ہوگی وہ زیادہ خوب صورت نظر آئے گی، جو لوگ سفید رنگ کو پسند کرتے ہیں وہ پاکیزہ خیالات کے مالک ہوتے ہیں، ان کے مزاج میں دھیما پن اور بردباری پائی جاتی ہے، فطری طور پر اس رنگ کو پسند کرنے والے افراد صلح جو، امن پسند دوسروں کے ہمدرد اور خیر خواہ ہوتے ہیں، یہ بات شاید بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ ابتدا میں روضۂ اقدس ﷺ کے گنبد کا رنگ بھی سفید تھا، جس کو بعد میں سلطان محمود نے سبز کرا دیا تھا، چنانچہ اب اسی رنگ کی مناسبت سے یہ سبز گنبد یا گنبدِ خضرا کہلاتا ہے۔

رنگ اور روشنی کے ماہرین نے سفید لباس کو کینسر سے بچاؤ کا بہترین تریاق قرار دیا ہے اس کے علاوہ جلدی گلینڈز کا ورم، پسینے کے مسامات کا بند ہو جانا پھپھوندی کے امراض جیسی خطرناک بیماریاں نہیں ہوں گی سفید لباس ہر قسم کے موسمی تغیرات کا مقابلہ کرتا ہے، سخت گرمی کے موسم میں سفید لباس گرم نہیں ہوتا، کیونکہ یہ گرمی کو جذب نہیں کرتا بلکہ رادع حرارت ہے، سخت سردی کے موسم میں سردی کی وجہ سے لباس ٹھنڈا نہیں ہوتا۔

جلدی الرجی، ہائی بلڈ پریشر کے مریضوں کو ہمشہ سفید لباس پہننا چاہئے کرومو پیتھی کے اصول کے مطابق سفید لباس دل، دماغ اور جلد کا محافظ ہے۔

فلاڈلفیا کی ایک فیکٹری پر سفید رنگ کا تجربہ:

ذرا اپنے گردوپیش پر نظر ڈالئے، کمرے کی دیواروں اور چھت کی رنگت کیسی ہے، پردوں فرنیچر اور دوسری چیزوں کا رنگ کیا ہے، کبھی آپ نے غور کیا ہے کہ دلہنوں کو سرخ جوڑا کیوں پہنایا جاتا ہے، کمروں کی دیواروں پر سفیدی کیوں کرتے ہیں یا خواب گاہ ہلکا نیلا یا آسمانی رنگ کیوں استعمال کیا جاتا ہے، ہم اندھیرے میں جانا پسند نہیں کرتے، صبح سورج کی کرنیں ہمارے اندر تازگی اور صحت مند جذبات پیدا کرتی ہیں، ہم گرمیوں میں سفید چادر اوڑھتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ رنگ ذہن کے ساتھ ساتھ ہمارے جسموں پر بھی گہرے اثرات ڈالتے ہیں، بعض رنگ ہمیں بے چین اور مضطرب کر دیتے ہیں اور بعض سکون، آرام اور خوشی بخشتے ہیں، اپنی بات کے ثبوت میں چند دلچسپ تجربات کا ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا جو امریکہ میں رنگوں پر تحقیقاتی کام کرنے والی ایک کمیٹی نے بیان کئے ہیں۔

فلاڈلفیا کی ایک فیکٹری میں لوہے کا سامان تیار ہوتا تھا، جس عمارت میں مزدور کام کرتے تھے اس کی دیواریں دھوئیں کالک اور میل کچیل سے سیاہ ہو چکی تھیں، جن بڑی بڑی میزوں پر کھڑے ہو کر مزدور چھوٹے چھوٹے پرزوں کو جوڑ کر چیزیں تیار کرتے تھے، ان کا رنگ بھی سیاہ تھا، کمیٹی کے مشورے پر انتظامیہ نے دیواروں پر سفیدی کروادی، میزوں پر ہلکا سبز رنگ پھیر دیا، صرف ایک ہفتے میں انتظامیہ اس نتیجے پر پہنچی کہ مزدوروں کی کارکردگی میں حیرت انگیز طور پر اضافہ ہوا ہے اور وہ پہلے کی نسبت زیادہ دیر تک کام کر سکتے ہیں اس سے پیشتر وہ بہت جلد تھک جاتے تھے۔

سفید اور سیاہ رنگ پر ماہرین سے سوال و جواب:

سوال: گرمیوں کے موسم میں سفید رنگ کی چھت سیاہ چھت کے مقابلے میں مکان کو زیادہ ٹھنڈا کیوں رکھتی ہے؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ سفید رنگ گرم شعاعوں کو جذب کرنے کے بجائے دھکیل کر پسپا کر دیتا ہے اس لئے سفید رنگ کی چھت نسبتاً کم گرمی جذب کرتی ہے، اس کے برعکس کالی

چھت گرم شعاعوں کو جذب کر لیتی ہے اور کہیں اور منعکس نہیں کرتی، یہی وجہ ہے کہ سفید چھت والا مکان گرمیوں میں نسبتاً ٹھنڈا رہتا ہے۔

سفید رنگ کا اثر:

اس بات سے تو سب واقف ہیں کہ جن علاقوں میں بہت زیادہ گرمی پڑتی ہے وہاں مکانات کی چھتوں پر سفید رنگ کرانے کا مشورہ دیا جاتا ہے، کیونکہ یہ رنگ سورج کی کرنوں کو جذب کرنے کے بجائے منعکس کر دیتا ہے، لیکن سائنس دان یہ معلوم کرنے میں لگے ہوئے تھے کہ سفید رنگ کس حد تک مکانات ٹھنڈا رکھنے میں کام آتا ہے، اس سلسلے میں فلوریڈ اسولر انرجی سنٹر کے صدر والکر کہتے ہیں کہ ہم نے تحقیق کے ذریعے یہ معلوم کر لیا ہے کہ مکانات کو ٹھنڈا رکھنے کے لئے چھت کا روغن بہت اہمیّت کا حامل ہے اگر چہ لوگ اسے اہمیت نہیں دیتے ہیں، انہوں نے تجربے کے بعد بتایا ہے کہ جن مکانات پر ٹیٹنم ڈائی آکسائیڈ کا لچک دار روغن کیا جاتے ہے تو ان میں ائر کنڈیشنر کے استعمال میں ۲۱ فیصد کمی آجاتی ہے۔

گرمیوں میں سفید لباس پہننا دانشمندی کیوں ہے؟

سفید لباس حرارت کے معاملے میں بڑا جاذب اور اچھا عکاس ہے، یہ حرارت اور گرمی کو جذب نہیں کرتا، بلکہ دوسری چیزوں پر ڈال دیتا ہے یا ماحول میں واپس کر دیتا ہے، اس لئے ہمارے جسموں کو نسبتاً ٹھنڈا رکھتا ہے اور ہم رنگین کپڑوں پر سفید لباس کو ترجیح دیتے ہیں۔

گرمیوں میں لوگ سفید کپڑے پہننے کو کیوں ترجیح دیتے ہیں؟

رنگ دار کپڑوں کے برعکس سفید کپڑے گرمی یا حرارت کو جذب نہیں کرتے بلکہ وہ حرارت کو زیادہ مقدار میں منعکس کرتے یا دفع کرتے رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ سفید کپڑے پہننے سے بدن کو سکون محسوس ہوتا ہے اور لوگ گرمیوں میں عام طور پر سفید ہی کپڑے پہنتے ہیں، اس کے برعکس سردی میں گہرے رنگ کے کپڑے پہنے جاتے ہیں چونکہ وہ سورج کی شعاعیں جذب کر کے بدن کو گرم رکھتے ہیں۔

نواں باب

عمامہ کوٹوپی پر باندھنے کا ذکر

عمامہ کوٹوپی پر باندھنا:

(۱)...... حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کشتی لڑی تو حضرت ﷺ نے ان کو پچھاڑ دیا، حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو سنا فرما رہے تھے کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے۔

(ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند درست نہیں اور ہم ابوالحسن عسقلانی اور ابن رکانہ کو نہیں پہچانتے۔ ترمذی ج ا ص ۳۰۸)

(۲)...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ٹوپی پہنتے تھے عمامہ کے نیچے اور بغیر عمامہ کے بھی اور عمامہ باندھتے تھے بغیر ٹوپی کے اور یمنی ٹوپی پہنتے تھے اور وہ سفید (درمیان میں روئی وغیرہ رکھ کر) سلی ہوئی تھی اور لڑائی میں کان والی ٹوپی پہنتے تھے، اور کبھی ٹوپی نکال کر اپنے سامنے سترہ کے طور پر رکھ لیتے اور نماز پڑھتے اور آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ اپنے ہتھیار اور جانور اور سامان کا نام رکھ لیتے (اس کو رویانی نے اپنی مسند میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا اور یہ ضعیف روایت ہے۔

(الجامع الصغیر مع فیض القدیر للمناوی ج ۵ ص ۲۴۷)

علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روایت میں یہ جو مذکور ہے کہ آپ ﷺ ٹوپی بغیر عمامہ کے پہنتے تھے تو ظاہر یہ ہے کہ ایسا آپ گھر میں کرتے تھے، جب باہر نکلتے تھے تو ظاہر یہ ہے کہ بغیر عمامہ کے نہیں نکلتے تھے۔ (فیض القدیر ج ۵ ص ۲۴۷)

حضرت مناوی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں حضرت ﷺ باہر ہمیشہ عمامہ پہنتے تھے۔ واللہ اعلم۔

حافظ عراقی شرح ترمذی میں فرماتے ہیں کہ ٹوپی کے بارے میں سب سے عمدہ اسناد وہ ہے جو ابوالشیخ نے ذکر کی ہے، جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان ہے کہ حضرت ﷺ سفر میں کان والی ٹوپی پہنتے تھے اور حضر میں پتلی کی ہوئی یعنی شامی، اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمامہ ٹوپی کے اوپر باندھنا مستحب اور مندوب ہے۔

(فیض القدیر ج ۵ ص ۲۴۶)

عراقی اور مناوی کے کلام سے معلوم ہوا کہ ان کے خیال میں عمامہ ٹوپی کے اوپر باندھنا بہتر ہے، اسی طرح کا مضمون ملاعلی قاری رحمہ اللہ وغیرہ کی عبارت سے بھی نکلتا ہے، جوانہوں نے ترمذی کی حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ والی مذکورہ حدیث کی شرح میں لکھی ہے، بلکہ ملاعلی قاری رحمہ اللہ اور علامہ مناوی رحمہ اللہ دونوں نے شمائل ترمذی کی شرح میں علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ سے بعض علماء کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ صرف ٹوپی پہننا مشرکین کی ہیئت ہے (شرح شمائل ج ا ص ۱۶۵ او ج اص ۱۶۸) تحفۃ الاحوذی میں ابن الجوزی کے بجائے جزری لکھا ہے

(ج ۳ ص ۴۹)

لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہم ٹوپی پر عمامہ باندھتے ہیں اور مشرکین ٹوپی کے بغیر باندھتے ہیں، شیخ الہند رحمہ اللہ، علامہ کشمیری رحمہ اللہ اور مولانا خلیل احمد رحمہ اللہ نے یہی مطلب لیا ہے۔ (انوار المحمود ج ۲ ص ۴۴۶)

یہ ہمارے اور ان کے درمیان فرق ہے، اس سے صرف ٹوپی کا مشرکین کی ہیئت ہونا لازم نہیں آتا، نیز وہ حدیث ضعیف ہے، علاوہ بریں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں صرف ٹوپی پہننا مذکور ہے گووہ بھی ضعیف ہے۔

اس لئے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ تمام صورتیں جائز ہیں، عمامہ بغیر ٹوپی کے اور ٹوپی بغیر عمامہ کے لیکن ٹوپی پر عمامہ باندھنا سب سے افضل ہے۔

اس لئے کہ عمامہ باندھنا رسول پاک ﷺ کا اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم۔

مناوی شرح شمائل میں شرح زیلعی سے نقل کرتے ہیں کہ سر سے لپٹی ہوئی ٹوپی اور بلند (روئی وغیرہ ڈال کر) سلی ہوئی ٹوپی یا اس کے علاوہ کوئی اور ٹوپی عمامہ کے نیچے پہننے یا بغیر عمامہ کے پہننے میں کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ یہ سب حضرت مصطفی ﷺ سے منقول ہے اھ اسی سے بعض حضرات نے بعض علاقوں کے اس رواج کی تائید پیش کی ہے کہ وہاں لوگوں نے عمامہ بالکل ترک کردیا اور علماء کرام سفید ٹوپی پر چادر ڈال لیتے ہیں اور اس سے پہچانے جاتے ہیں، لیکن افضل عمامہ ہے۔ (ج اص ۱۶۵)

(۳)...... شرح ابوداؤد صفحہ ۹۶ جلد ۴ امام غزالی رحمہ اللہ علیہ احیاء العلوم صفحہ ۶۲۸ جلد

دوم میں فرماتے ہیں ان يلبس القلنسوة بغير عمامة ويلبس العمامة بغير فلنسوة انتهى، عون المعبود شرح ابوداؤد صفحہ ۹۶ جلد ۴ امام غزالی رحمہ اللہ احیاء العلوم صفحہ ۶۸ جلد دوم میں فرماتے ہیں کان يلبس القلانس تحت العمامة وبغير عمامة اھ یعنی رسول کریم ﷺ کبھی عمامہ کے نیچے ٹوپی پہنتے اور کبھی بغیر عمامہ کے پہنتے تھے۔

(۴)...... علامہ سیوطی رحمہ اللہ جامع صغیر میں لکھتے ہیں کان يلبس القلانس تحت العمائم وبغير العمائم ويلبس العمائم بغير قلانس اھ سراج المنير شرح جامع الصغير صفحه ۱۸۳ اسی حدیث کو مُلّا علی قاری رحمہ اللہ نے بحوالہ جامع صغیر مرقاۃ میں بھی لکھا ہے، نیز امام سیوطی رحمہ اللہ رسائل اثنا عشر کے صفحہ ۲۷ میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں وقد ذكر البارزی فی توثيق عرسی الايمان ان النبی ﷺ كان يلبس القلانس تحت العمائم ويلبس القلانس بغير عمائم ويلبس العمائم بغير قلانس اھ پھر اس کے آگے فرماتے ہیں کہا رسم بن یزید طحان نے میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بصرہ میں دیکھا وعلیہ قلنسوۃ طیۃ اس پر ٹوپی لاطیہ تھی جو سر کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے، اسے سمجھا جاتا ہے کہ ٹوپی بغیر عمامہ تھی، اور مشکوٰۃ میں ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ٹوپیاں کشادہ تھیں جو سر پر لگی ہوئی ہوتی ہیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ کبھی حضور ﷺ صرف ٹوپی بھی پہنتے تھے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے فتح مکہ کے دن رسول اکرم ﷺ کے سر مبارک پر مغفر تھی جو آہنی ٹوپی کو کہتے ہیں، پس کبھی ٹوپی اور کبھی پگڑی پہننے والا ہرگز تارک سنت نہیں ہے۔

(۵)......لعمامة على القلنسوة فصل مابيننا وبين المشركين يعطى المؤمن يوم القيٰمة لكل كورة يدورها على راسه نورا رواه الماوردی عن ركانة وفی اخری من اعتم فله بكل كورة حسنة فاذا حط فله بكل حطة حطه خطيئة.

پگڑی کو ٹوپی کے اوپر باندھنے سے مشرکین اور ہمارے مابین امتیاز ہو جاتا ہے اور مومن کو قیامت میں پگڑی کے ہر بل پر نور عطا ہوگا، اور ایک روایت میں ہے جو پگڑی باندھتا ہے اسے ہر بل کے عوض ثواب ملے گا، اور جب اس کے بل کھولتا ہے تو ہر بل کے کھولنے پر گناہ جھڑتے ہیں۔

(ف) حضرت ملا علی القاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
اگر یہ حدیث سخت ضعیف نہ ہوتی تو اس سے ثابت کیا جا سکتا تھا کہ موٹی پگڑیاں باندھنی چاہئیں۔

فائدہ:

فائدہ نمبرا: کل قیامت میں جب کہ ہر فرد اپنی عزت بچانے کی فکر میں ہوگا، پگڑی باندھنے والوں کے سروں پر نورِ حق چمکتا ہوگا۔
فائدہ نمبر۲: اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جس طرح پگڑی کے ہر بل کھولنے پر گناہ معاف ہوتے ہیں اس طرح باندھنے میں بھی ہر بل کے عوض ثواب ملے گا۔
(۲) ......ان اللّٰہ اکرم ھٰذہ الامۃ بالعمائم علی القلانس۔رواہ ابوداؤد والترمذی عن رکانۃ
بے شک اللہ تعالیٰ نے اسی امت کو پگڑیوں کو ٹوپیوں پر باندھوا کر معزز بنایا ہے۔

دسواں باب

نماز میں عمامہ پہننے کا مسئلہ اور سنن زوائد کا حکم

نماز میں عمامہ کا مسئلہ اور سنن زوائد کا حکم:

باقی رہا نماز میں عمامہ کا مسئلہ سو اس کا استعمال نماز کے مستحبات سے ہے، جس کے ترک سے نماز میں خلل تو در کنار کراہت بھی نہیں کیونکہ یہ سنن زوائد سے ہے اور اصول فقہ کے قاعدہ کی بناء پر سنن زوائد کا حکم مستحبات کا ہے، چنانچہ درمختار میں ہے:

لها آداب ترکه لا یوجب اساءة ولا عتابا بالترک سنة الزوائد لکن فعله افضل

نماز کے مستحبات بھی ہیں ان میں کسی ایک کے ترک سے نہ گناہ ہوتا ہے اور نہ عتاب جیسے سنن زوائد کا ترک، لیکن افضل ہے ان پر عمل کرنا۔

ردالمحتار میں ہے:

ردالمختار (شامی) میں ہے:

السنة نوعان سنة الهدیٰ وترکها یوجب اساءة وکراهة کالجماعة والاذان والاقامة ونحوها وسنة الزوائد وترکها لایوجب ذلک کسیر النبی ﷺ فی لباسه والنفل ومنه المندوب یثاب فاعله ولایسیء تارکه. الخ

یعنی سنت دو قسم ہے (۱) سنۃ الہدیٰ جس کا ترک گناہ اور مکروہ ہے، جیسے نماز با جماعت اور اذان واقامت وغیرہ (۲) سنت زوائد اس کا ترک نہ گناہ ہے اور نہ مکروہ، اسی طرح نوافل اور مندوب کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے عامل کو ثواب ملتا ہے لیکن ترک پر گناہ نہیں۔

رومال اگر ایسا بڑا ہو کہ اتنے پیچ آسکیں کہ سر کو چھپالیں تو وہ عمامہ کے حکم میں ہے اگر چھوٹا ہو کہ جس سے صرف دو ایک پیچ آسکیں تو لپیٹنا مکروہ ہے جیسا کہ ملا علی القاری رحمہ اللہ الباری کی عبارت المقامۃ الغدیہ (قلمی) ابھی گذری اور حدیث شریف بھی بیان ہوئی کہ "**فرق مابیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس**" یعنی ہم میں اور مشرکوں میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے عمامہ ٹوپیوں پر ہوتے ہیں اور حضرت سیدی شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ان تعمیم الشرکی العرب ثابت معلوم فالمعنی انانجعل العمائم علی القلانس وهم یتعممون بدونها

یعنی مشرکین عرب کا پگڑی پہننا معلوم ہے، معنی یہ ہوا کہ ہم پگڑیاں ٹوپیوں پر پہنتے ہیں اور پگڑیاں وہ ٹوپیوں کے بغیر پہنتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ بڑے رومال کے نیچے ٹوپی ہو تو نماز جائز ہے ورنہ مکروہ، خالی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا پڑھانا خلاف سنت ہے، لیکن سابقاً معلوم ہوا کہ پگڑی سنن زوائد سے ہے اس کے ترک سے نماز میں خلل نہیں آتا ہے اور نہ ہی کراہت، لیکن خلاف اولیٰ ضرور ہے، اگر پگڑی باندھ کر نماز پڑھی جائے تو بڑی فضیلت کی بات ہے، بعض مساجد میں ائمہ کرام پر یہ ضروری قرار دیا جاتا ہے کہ پگڑی باندھ کر امامت کرائیں، یہ اصرار قابل ترک ہے، لیکن عمامہ پہن کر نماز پڑھنے اور پڑھانے کے انوارات وبرکات ہی کچھ اور ہیں۔

حضرت سیّد السّادات شیخ المشائخ قدوۃ السالکین عمدۃ العارفین پیر فضل علی قریشی نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ تبلیغی سفر فرماتے ہوئے ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، وہاں ظہر کے وقت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھائی، سر پر کپڑے کی ٹوپی تھی، بعد فراغتِ نماز ظہر قبلہ پیر قریشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ سے فرمایا:

دارالعلوم میں ہوتے ہوئے افضل سنت کا ترک، یہ سنتے ہی قاری صاحب رحمہ اللہ نے فوراً اشارہ کیا صحافہ (عمامہ) لایا گیا اور اس کو مسجد کے مصلے پر رکھ دیا گیا ہر نماز کے وقت جو کوئی بھی امامت کے لئے آتا ٹوپی پر صحافہ (عمامہ شریف) باندھتا۔ (مقامات فضلیہ صفحہ ۵۸)

امام صاحب قوم کے نمائندے ہوتے ہیں:

معلوم ہوا کہ امام صاحب قوم کے نمائندہ ہوتے ہیں، مقتدیوں کے آگے آگے بارگاہ حق میں حاضری دینے والے، اگر وہ ایسی ہیئت میں جائیں کہ جس سے دربار نفرت کرے تو ایسا نہ جانا اچھا، کچہریوں میں دفتروں میں دربار میں جانے کے لئے ہمارے دور میں جن لباسوں سے نفرت کی جاتی ہے ایسے لباس پہن کر وکلاء، امراء، درباری لوگ نہیں جاتے، بلکہ ایسے ویسے

لباس والے کو ساتھ لے جانے سے بھی گھبراتے ہیں، مگر افسوس ہے ہمارے أئمہ پر کہ دربار حق میں حاضر ہوتے ہیں، نمائندہ بنکر لیکن اس لباس میں نہیں جاتے جو ان کے آقا دو عالم ﷺ کو محبوب ہے، یعنی اس کے محبوب کریم ﷺ کا محبوب لباس، لیکن ائمہ وعلماء وحفاظ نیز مشائخ نے جواز کی راہ ڈھونڈ لی اور چلے گئے ایسے لباس میں جس سے ان کے آقا کو نفرت ہے یعنی اس کے پیارے محبوب ﷺ کے مخالفین انگریز، ہندو اور یہود کے لباس میں، اگر وہ آقا کریم ﷺ نہ ہوتا تو جیسے ہمارے دور میں اعلیٰ افسروں کے سامنے ان کے مطلوب لباس میں اگر نہ جانے والوں کو دھتکارا جاتا ہے وہاں بھی ایسے ہی ہوتا لیکن یہ صدقہ ہے امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کا کہ انہوں نے کئی راتیں آنکھوں پر کاٹ کر کھڑے کھڑے گذار دی کہ رب العالمین ان کی امت کے ساتھ رحمت سے پیش آئے، چنانچہ وہاں سے وعدہ ہو گیا کہ اس کے دربار میں جس رنگ میں جائیں تو ان کے لئے رکاوٹ نہیں، اب اس کا معنی یہ نہیں کہ ہم اس کے دربار میں عامی حال میں جائیں بلکہ اس شان میں حاضری دیں کہ وہ دیکھتے ہی ہمیں اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور اس کی وہی صورت ہے کہ جس صورت میں اس کے پیارے حبیب کریم رؤوف رحیم علیہ ازکی الصلوات واتمی التسلیمات نے حکم فرمایا ہے۔

گیارہواں باب

حضور اقدس ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے کُرتے اور ان کی کیفیّات اور آپ ﷺ کا لباس اور جُبہّ اور چادریں عمامہ اور ٹوپی کا ذکر

کرتا (قمیص)

کرتا آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ پسندیدہ تھا۔

(۱) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کپڑوں میں آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب کرتا تھا۔

(ترمذی ج ۱ ص ۳۰۶ وشمائل ترمذی ص ۵، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے، اور حاکم نے فرمایا یہ مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے، علامہ ذہبی نے بھی اس کو صحیح بتایا، مستدرک حاکم ج ۴ ص ۱۹۲، یہ روایت ابوداؤد ونسائی میں بھی ہے، ابن ماجہ میں یہ روایت یوں ہے کہ کوئی کپڑا آنحضرت ﷺ کو کرتے سے زیادہ پسند نہیں تھا، ابن ماجہ ص ۲۵۵)

کرتے کے پسندیدہ ہونے کی وجوہ علماء کرام نے یہ بتائی ہیں، لنگی اور چادر کے مقابلہ میں یہ جسم کو زیادہ چھپاتا ہے، کم خرچ اور جسم پر ہلکا ہوتا ہے، اس میں تواضع زیادہ ہے۔ (جمع الوسائل ج ۱ ص ۱۰۷)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کرتہ میں ستر عورت بھی اچھی طرح ہوتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تجمل اور زینت بھی اچھی ہوتی ہے۔ (خصائل نبوی ص ۳۶)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ﷺ جب کرتا پہنتے تھے تو داہنی طرف سے شروع فرماتے تھے (یعنی داہنا ہاتھ آستین میں پہلے داخل فرماتے)

(ترمذی ج ۱ ص ۳۰۶)

کرتے اور اس کی آستین کی لمبائی:

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ﷺ کا کرتا ٹخنوں کے اوپر ہوتا تھا اور اس کی آستین انگلیوں کے برابر۔

(مستدرک حاکم ج ۴ ص ۱۹۵، حاکم اور ذہبی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے) ابن عساکر نے بھی اس کو سندِ ضعیف کے ساتھ ذکر کیا ہے (الجامع الصغیر مع فیض القدیر ج ۵ ص ۲۴۶) (فیض القدیر ج ۵ ص ۱۷۳)

علامہ مناوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں ٹخنوں سے اوپر یعنی نصف پنڈلی تک جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے، حضرت شیخ مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ لکھتے ہیں، علامہ شامی نے لکھا ہے کہ نصف پنڈلی تک ہونا چاہئے۔ (فیض القدیر ج ۵ ص ۱۷۳)

اگر کرتہ بہت اونچا ہو مثلاً گھٹنے تک یا اس سے اوپر تو محاورہ میں اس کو ٹخنہ سے اوپر نہیں کہیں گے، اس تعبیر کا مطلب یہی ہوگا کہ ٹخنوں سے اوپر ہوگا مگر کچھ قریب۔ واللہ اعلم۔

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ﷺ کے کرتے کی آستین پہنچوں تک تھی (بزار نے اس کو روایت کیا اس کے رجال ثقہ ہیں، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۲۴)

(۵) حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے کہ حضرت ﷺ کے ہاتھ کی آستین پہونچے تک تھی (ترمذی ص ۳۰۶ نے اس کو روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے، سیوطی نے بھی حسن کہا ہے، فیض القدیر ج ۵ ص ۱۷۴) ابو یزید عقیلی سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۱۱)

تنبیہ نمبر:.....(۱)

آستین کی لمبائی کے بارے میں یہ دونوں باتیں کہ پہونچے تک ہوتی تھی یا انگلیوں کے برابر آپس میں ایک دوسرے کے منافی نہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی کرتے کی آستین پہونچے تک رہی ہو اور دوسرے کرتے کی انگلیوں تک (اس پر اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت ﷺ کے پاس تو صرف ایک ہی کرتا تھا جیسا کہ طبرانی نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ﷺ کے پاس ایک ہی کرتا تھا۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۲۴)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ﷺ نے صبح کا کھانا شام کے لئے اور شام کا کھانا صبح کے لئے اٹھا کر نہیں رکھا اور نہ کسی چیز کے دو عدد بنائے نہ دو کرتے نہ دو چادر نہ دو لنگی نہ دو چپل۔

(شرح شمائل للمناوی مع جمع الوسائل ص ۱۰۷ عن کتاب الوفاء لابن الجوزی)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث ضعیف ہے، اس لئے کہ اس کی سند میں سعید بن میسرہ ضعیف راوی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۲۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا حال معلوم نہیں اور دونوں حدیثوں کو معتبر ماننے کی صورت میں یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ بیک وقت دو عدد جمع نہیں فرماتے تھے لیکن دو وقت میں دو قسم کے کپڑے ہو سکتے تھے، اس میں کوئی استبعاد نہیں، لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ حضرت ﷺ کے پاس بیک وقت بھی دو کرتے تھے، و کان علی رسول اللہ ﷺ قمیصان.

(بخاری شریف ص ۱۸۰)

بعض علماء نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ تخمینہ اور اندازہ سے یہ دونوں باتیں کہی گئی ہیں یا یہ کہ جس وقت کرتا دھلا جاتا تھا اور آستین کی شکنیں ختم ہو جاتی تھیں اس وقت انگلیوں تک پہنچ جاتی اور جب استعمال کے بعد شکنیں پڑ جاتیں تو پھر سکڑ کر پہونچے تک پہنچ جاتی اس کے علاوہ جوابات بھی دئے گئے ہیں۔ (دیکھئے جمع الوسائل ص ۱۱۰)

(۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ﷺ ایسا کرتا پہنتے تھے جس کی لمبائی کم اور آستینیں چھوٹی تھیں۔ (ابن ماجہ ص ۲۵۶)

امام سیوطی رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں اس کے حسن ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن حافظ عراقی نے اس کو ضعیف بتایا ہے۔ (فیض القدیر ج ۵ ص ۲۴۶)

بصورت صحت مطلب یہ ہوگا کہ کرتا اتنا لمبا نہیں ہوتا تھا کہ ٹخنے سے نیچے چلا جائے اور نہ آستین اتنی لمبی ہوتی تھی کہ انگلیوں سے بھی متجاوز ہو جائے، تا کہ یہ روایت دوسری روایات کے خلاف نہ ہو جائے، ورنہ بصورت تعارض اس سے صحیح روایتوں کو ترجیح ہوگی۔

(۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسبال (یعنی بہت لمبا کرتا جو مکروہ ہے) لنگی کرتا عمامہ (تمام میں) ہوتا ہے جو ان میں سے کسی کو بھی تکبر کی وجہ سے کھینچے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۰۸)

(۸) شعبہ کہتے ہیں کہ میں محارب بن دثار سے ملا وہ گھوڑے پر سوار ہو کر قضاء کے لئے دار القضاء جا رہے تھے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا جو اپنے کپڑے کو (خواہ لنگی پائجامہ ہو یا کرتا)

تکبر سے کھینچے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن (نظر رحمت سے) نہیں دیکھیں گے، شعبہ کہتے ہیں میں نے محارب سے پوچھا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے لنگی کا لفظ ذکر کیا تو فرمایا لنگی یا پائجامہ یا کرتا کو خاص نہیں کیا۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۶۱)

یعنی یہ حکم تمام کپڑوں کو عام ہے خواہ لنگی ہو یا کرتا یہ بات مجاہد اور عکرمہ سے بھی مروی ہے (ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۰۹)

تنبیہ نمبر:.....(۲)

کوئی یہ نہ کہے کہ میں اگر چہ پائجامہ یا کُرتا ٹخنے سے نیچے رکھتا ہوں لیکن میرے اندر تکبر نہیں ہے، اس لئے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ایاک و اسبال الازار فانها من المخیلة (ابوداؤد بسند صحیح مشکوٰۃ ص ۱۶۹) معلوم ہوا کہ ٹخنے سے نیچے کرتا یہ خود تکبر کی خصلت ہے والناس عنه غافلون۔

(۹) حضور ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیا کرتا پہننے کو فرمایا (طبقات) نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنبلا لی کرتا پہنا جس کی آستین پہونچے سے آگے نہیں تھی۔

(طبقات ج ۳ ص ۱۱۲)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے کرتے اور ان کی کیفیات:

(۱) ..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیا کرتا پہنا اس کی آستین انگلیوں سے زائد تھی، اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا کہ انگلیوں سے زائد کو کاٹ دوالخ۔

(مستدرک حاکم ج ۴ ص ۱۹۵ او حیاۃ الصحابہ ج ۲ ص ۷۰۸)

(۲) ..... حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آستین کو پھیلاتے، انگلیوں سے زائد کو کاٹ دیتے اور فرماتے کہ آستینوں کو ہاتھ پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔ (حیاۃ الصحابۃ ج ۲ ص ۷۰۹ و ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۱۰ و طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۸۶)

(۳)..... ابوالبختری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے کرتے کی آستین پہنچے تک تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۸ص۲۱۱)

(۴)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک سوتی کپڑے کا کاروبار کرنے والے کے پاس گئے اور فرمایا تمہارے پاس سنبلانی کرتا ہے؟ اس نے ایک کرتا نکالا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو پہنا، پنڈلیوں کے نصف تک تھا، دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا، اچھی مقدار میں معلوم ہوتا ہے کتنے میں دو گے؟ اس نے کہا امیر المؤمنین چار درہم میں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی لنگی سے درہم نکال کر دیئے اور چل دیئے۔ (حیاۃ الصحابۃ عن احمد فی الزہد ج۲ص۷۱۰)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین درہم میں ایک کرتا خرید کر پہنا جو پہنچوں سے لیکر ٹخنے تک تھا۔ (حیاۃ الصحاب ج۲ص۵۶۶)

ایک روایت میں ہے کہ ان کے جسم پر موٹے کپڑے کا کرتا تھا جو ٹخنوں کے اوپر تھا اور اس کی آستین انگلیوں تک تھی، اور انگلیوں کی جڑ کھلی ہوئی نہ تھی۔

(طبقات ابن سعد ج۳ص۱۸۶)

(۵)..... محمد بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے سالم کو دیکھا کہ وہ اپنا کرتا ٹخنوں سے اوپر رکھے ہوئے تھے، فرمایا میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان کا کرتہ بھی ایسا ہی تھا۔

(ابن ابی شیبہ ج۸ص۲۰۹)

(۶)..... عطاء فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سوتی کرتہ پنڈلیوں کے آدھے تک پہنتے تھے اور چادر سرین تک ہوتی تھی۔

(طبرانی نے اس کو روایت کیا اس میں ایک راوی عثمان بن عطاء ہیں جو ضعیف ہیں لیکن محدث دحیم نے ان کو ثقہ بتایا ہے (مجمع الزوائد ج۵ص۱۲۴) ایسے مختلف فیہ راوی کی روایت حسن ہوتی ہے۔

(۷)..... عبداللہ بن ابی الہذیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا

ان پر رازی یارائی کرتا تھا جب اس کو چھوڑ دیتے تو پنڈلیوں کے آدھے تک پہنچتا الخ۔

(ابن ابی شیبہ ج۸ص۲۱۱)

(۸)..... طاؤس تابعی کا کرتا لنگی کے اوپر ہوتا تھا اور چادر کرتے کے اوپر ہوتی تھی۔

(ابن ابی شیبہ ج۸ص۲۰۹)

(۹)..... داؤد بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے قاسم کو دیکھا ان کا کرتہ ٹخنے تک تھا (ایضاً) شاید ٹخنے سے قریب تک رکھا ہوگا، ٹخنوں کو چھپانا اور ان کے نیچے کرنا منع ہے۔

بخاری وغیرہ کی وہ حدیث دو مرتبہ گذر چکی ہے جس میں مُحرم کو کُرتہ ٹوپی وغیرہ سے منع کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ کے زمانہ میں ٹوپی عمامہ عام طور سے استعمال ہوتے تھے، کرتے کی تفصیلات اوپر کی روایات سے معلوم ہوئیں۔

رسول اللہ ﷺ کا لباس

کرتہ:

رسول اللہ ﷺ کو کپڑوں میں کرتا زیادہ پسند تھا۔
(ترمذی، ابوداؤد، معارف الحدیث)

رسول اللہ ﷺ کے کرتہ کی آستین پہنچے تک ہوتی تھی۔
(شمائل ترمذی، مشکوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ کی قمیص کا گریبان سینہ مبارک پر ہوتا تھا۔
(خصائل نبوی)

کرتے کے گریبان کا کھلا ہونا:

رسول اللہ ﷺ کے کرتہ کا تکمہ کھلا ہوتا تھا، ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر تبرکاً مہر نبوت کو چھوا (شمائل ترمذی) کبھی رسول اللہ ﷺ اپنے کرتے کا گریبان کھول لیا کرتے تھے اور سینہ اطہر صاف نظر آتا اور اسی حالت میں نماز پڑھ لیتے۔ (شمائل ترمذی، اسوۂ حسنہ)

حبرہ (چادر)

رسول اللہ ﷺ کو کپڑوں میں سے حبرہ (چادر) کا پہننا بہت پسند تھا۔
(بخاری، مسلم، معارف الحدیث)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک موٹی لنگی دکھائی اور یہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال مبارک ان دونوں کپڑوں میں ہوا تھا۔ (شمائل ترمذی)

آپ ﷺ ہمیشہ تہبند ناف سے نیچے باندھتے تھے اور نصف پنڈلی سے اونچا رکھتے۔
(خصائل نبوی)

قیمتی جبہ اور قیمتی چادریں:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ رومی جبہ پہنا، جس کی آستینیں تنگ تھیں۔ (بخاری، مسلم، معاف الحدیث)

عمامہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے زیب سر سیاہ عمامہ تھا۔ (مسلم ریاض الصالحین)

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا، اس وقت آپ ﷺ سیاہ رنگ کا عمامہ زیب سر فرمائے ہوئے تھے اور اس کا کنارہ آپ ﷺ نے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا رکھا تھا۔ (مسلم، معارف الحدیث)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم عمامہ باندھا کرو، اس لئے کہ پگڑی فرشتوں کی علامت ہے اور عمامہ کے شملہ کو اپنی پشت کی طرف چھوڑ دو۔ (بیہقی، مشکوٰۃ)

ٹوپی:

رسول اللہ ﷺ سفید ٹوپی بھی زیب سر فرماتے تھے۔ (معجم کبیر طبرانی، معارف الحدیث)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ٹوپیاں سر سے ملی ہوئی تھیں۔ (مشکوٰۃ)

عمامہ اور ٹوپی:

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے اور مشرکین کے درمیان یہ فرق ہے کہ وہ عمامہ بغیر ٹوپی کے باندھتے ہیں اور ہم ٹوپی کے اوپر باندھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ تپش آفتاب کی وجہ سے کبھی عمامہ کا شملہ سر مبارک پر ڈال لیا کرتے تھے۔
(خصائل نبوی)

گرمی میں سر مبارک کو چادر سے ڈھکنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دوپہر کی گرمی میں ہم اپنے گھر کے اندر بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا، وہ دیکھو رسول اللہ ﷺ چادر سے سر کو ڈھکے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔ (بخاری شریف، مشکوٰۃ)

پسینے والے کپڑے تبدیل کرنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کیلئے سیاہ چادر تیار کی گئی آپ ﷺ نے اس کو استعمال کیا، جب پسینہ آیا اور اس کی بو محسوس کی تو اس کو اتار دیا۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

ادائے رسول ﷺ:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ہر ادا کی قسم یاد فرمائی ہے آخر ہے تو سہی کچھ اس راز داری میں اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ اسلام ہے ہی ادائے رسول ﷺ کا نام بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیار کی دلیل ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا کوئی خاص لباس نہ تھا جس کا التزام کیا جاتا ہو، جو کچھ میسر ہوتا بلا تکلف زیب تن فرماتے۔

روزمرہ کا لباس:

لباس چادر قمیص اور تہبند تھی، حضور اقدس ﷺ قمیص کو بہت پسند فرماتے تھے۔ (زاد المعاد مواہب اللدنیہ)

آپ ﷺ کے قمیص کی آستین ہاتھ مبارک کے گٹے تک ہوتی۔ (ترمذی، ابوداؤد)

بعض اوقات آپ ﷺ نے اونی جبہ شامیہ بھی استعمال فرمایا، جس کی آستین اس قدر تنگ تھی کہ وضو کرنا چاہا تو چڑھ نہ سکی اور ہاتھ آستین سے نکالنا پڑا۔

جبہ کسوانی بھی پہنا جس کی جیب اور دونوں آستینوں پر دیبا کی سنجاف تھی، خیال رہے یہی وہ جبہ تھا جو کہ آپؐ کے وصال کے بعد پہلے حضرتِ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بعد حضرت اسماء بنت ابی ابکر رضی اللہ عنہما کے پاس محفوظ تھا وہ فرماتی ہیں کہ اسے دھو کر بغرض شفا بیماروں کو پلاتے ہیں۔ (مسلم)

یمن کی دھاری دار چادریں جن کو عربی میں حبرۃ کہتے ہیں بہت زیادہ پسند فرماتے تھے، آپ ﷺ نیا لباس جمعہ کے روز پہنتے۔ (فتح الکبیر)

آپ ﷺ کے اوڑھنے کی چادر لمبائی میں چار گز اور چوڑائی میں دو گز ایک بالشت ہوتی تھی۔ (زاد المعاد)

آپ ﷺ کبھی چادر کو اس طرح اوڑھتے کہ چادر کو سیدھی بغل سے نکال کر الٹے کندھے پر ڈال لیتے (تاکہ جواز کی صورت نکل آئے نہ یہ کہ ہمیشہ اس طرح فرماتے)۔

آپ ﷺ نے ایک ایسی اونی چادر بھی پہنی جس پر کجاوہ کی شکل بنی ہوئی تھی۔ (مسند امام احمد بن حنبل)

آپ ﷺ تہبند ہمیشہ ناف سے نیچا باندھتے اور نصف پنڈلی سے اونچا رکھتے۔ (مواہب اللدنیہ)

حضور ﷺ کے تہبند کا اگلا حصہ پچھلے سے قدرے نیچا ہوتا۔

(ابوداؤد عن عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے حلہ حمراء بھی استعمال فرمایا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں چاندنی رات تھی حضور ﷺ حلہ اوڑھے ہوئے تھے میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور اقدس ﷺ کے چہرہ انور کو، بالآخر میرا فیصلہ یہی تھا کہ فاذا ھو احسن عندی من القمر کہ حضور اقدس ﷺ چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔

(مشکوٰۃ، ترمذی، دارمی)

مسئلہ:

حمراء اگرچہ سرخ رنگ کو کہتے ہیں لیکن آپ ﷺ نے خالص سرخ رنگ کا لباس کبھی نہ پہنا بلکہ حلہ حمراء ایک قسم کی یمنی چادر تھی جس میں سرخ دھاریاں تھیں۔ اگرچہ آپ ﷺ کی تمام زندگی فقر و سادگی کی مظہر ہے تاہم آپ ﷺ نے کبھی کبھی نہایت قیمتی اور نفیس لباس بھی زیب تن فرمایا۔

اللہ تعالیٰ پوری امت کو رسول پاک ﷺ اور سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کی اتباع کی توفیق نصیب فرمائے اور یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی مشابہت سے بچائے۔ آمین۔

بارہواں باب

عمامہ شریف باندھنے کا صحیح طریقہ
احادیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں

حدیث نمبر......۱

عن عائشه رضی الله عنها قالت ان کان رسول الله ﷺ لیحب التیمن فی طهوره اذاتطهر وفی ترجله اذاترجل وفی انتعاله اذا انتعل.

ترجمہ: ام المؤمنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ جب وضو فرماتے یا کنگھی کرتے یا جوتے مبارک پہنتے تو (ان سب کے) داہنی جانب سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ (شمائل ترمذی عربی صفحہ:۴)

حدیث نمبر......۲

عن عائشه قالت کان رسول الله ﷺ یحب التیامن یاخذ بیمینه ویعطی بیمینه ویحب التیمن فی جمیع اموره (سنن النسائی عربی صفحه ۲۷۵ ج ۲)

ترجمہ: ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ داہنی جانب سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے، اپنے داہنے ہاتھ سے پکڑتے اور داہنے ہاتھ سے دیتے اور اپنے تمام امور میں داہنی جانب سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ (نسائی شریف ج۲ص۲۷۵)

حدیث نمبر......۳

عن جابر قال لماقدم النبی ﷺ مکة دخل المسجد فاستلم الحجرثم مضی علی یمینه .الخ (ترمذی ج۱ص۱۷۴ونسائی ج۲ص۳۷)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ جب نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو مسجد (الحرام) میں داخل ہوئے اور حجر اسود کو بوسہ دیا پھر (طواف کے لئے) اپنی داہنی جانب چلے یعنی بیت اللہ شریف کی داہنی جانب سے طواف شروع کر دیا۔
(ترمذی ونسائی شریف)

فوائد:

حدیث نمبر۱ اور۲ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر اچھی اور متبرک چیز کو اپنی داہنی جانب

سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے اور ظاہر ہے کہ عمامہ شریف بھی ایک اچھی اور متبرک چیز ہے، لہذا انسان اس کو اپنی داہنی جانب سے شروع کر کے بائیں جانب پھیرے، اسی طرح ہی سنت ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

سوال: مندرجہ بالا حدیث نمبر۱ و نمبر۲ میں لفظ تیمن اور تیامن از باب تفعل وتفاعل آئے ہیں اور ان کے معنی لغت میں اس طرح آئے ہیں ''یامن وتیامن وایمن'' دائیں طرف لے جانا منجد عربی اردو لغت ''تیامن'' بطرف راست میل کردن، یعنی دائیں طرف جانا، منتخب اللغات عربی فارسی لغت۔

''تیامن تیامنا'' اتجه نحوالیمین، یعنی داہنی جانب گیا، مصباح اللغات ومنجد۔

پس ان لغات کے بیان سے معلوم ہوا کہ مندرجہ بالا احادیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ہر اچھی ومتبرک چیز کو داہنی جانب لے جانے کو پسند فرماتے تھے، پس ظاہراً اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمامہ شریف میں بھی سنت یہ ہو کہ انسان اس کے پہلے پیچ کو اپنی داہنی جانب لے جائے (یعنی اپنی بائیں جانب سے شروع کر کے داہنی جانب پھیرے) پس آپ کے قول کے لئے کیا دلیل ہے، کہ آپ نے کہا کہ انسان اس کے پہلے پیچ کو اپنی داہنی جانب سے شروع کر کے بائیں جانب لے جائے؟

جواب: جاننا چاہئے کہ اگر ان دو الفاظ ''تیمن وتیامن'' کے لغوی معانی مندرجہ بالا کتب لغت میں اسی طرح آئے ہیں تو مندرجہ ذیل کتب لغات میں مندرجہ ذیل معانی بھی آئے ہیں۔

تیمن: ابتدافی الافعال بالید الیمنی والرجل الیمنی والجانب الایمن (المعجم الوسیط)

ترجمہ: داہنے ہاتھ، داہنے پیر اور داہنی جانب سے کام شروع کرنا

تیمن: داہنی طرف سے شروع کرنا (جیسے تیامن ہے) لغات الحدیث صفحہ ۶۹ جلد ۴

تیمن تیمناً: ابتدا فی الافعال بالید الیمنی والرجل الیمنی والجانب

الایمن، لاروس صفحہ ۳۵۷

ترجمہ: داہنے پیر اور داہنی جانب سے کام شروع کرنا۔

تیمن: داہنے ہاتھ یا پیر یا داہنی جانب سے شروع کرنا، مصباح اللغات صفحہ ۱۰۱۹۔

ف: مندرجہ بالا کتاب لغات الحدیث کی بین القوسین والی عبارت یعنی "جیسے تیامن ہے" سے معلوم ہوا کہ لفظ تیامن بھی داہنی طرف سے شروع کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

پس ان لغات کے بیان سے یہ معلوم ہوا کہ مندرجہ بالا احادیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ہر اچھی و متبرک چیز کو داہنی جانب سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے، لہذا انسان عمامہ شریف کو بھی اپنی داہنی جانب سے شروع کر کے بائیں جانب پھیرے جیسا کہ اوپر عرض کیا ہے نہ کہ اس کے برعکس۔

دوسرا سوال اور اس کا جواب:

سوال: جب لغۃ لفظ تیمن و تیامن میں در موضوع عمامہ شریف ظاہراً دو متضاد معانی نظر آئے ایک معنی سے معلوم ہوا کہ انسان عمامہ شریف کے پہلے پیچ کو اپنی داہنی جانب لے جائے اور دوسرے سے معلوم ہوا کہ اس کے پہلے پیچ کو اپنی داہنی جانب سے شروع کر کے بائیں جانب لے جائے، پس ایک معنی مخصوص (یعنی اپنی داہنی جانب سے شروع کر کے بائیں جانب لے جائے) کے ترجیح کی کیا وجہ ہے.......؟

جواب: جاننا چاہئے کہ حقیقۃ لفظ تیمن و تیامن کے دونوں لغوی معانی میں کوئی تضاد نہیں، ان دونوں میں صرف فرق اعتباری ہے، یعنی ایک اعتبار سے یوں معنی ہوگا کہ داہنی جانب لے جائے اور دوسرے اعتبار سے یہ معنی ہوگا کہ داہنی جانب سے شروع کر کے بائیں جانب لے جائے، لیکن ان دونوں معانی کا نتیجہ ایک ہی کام نکلتا ہے۔

تشریح:

مثلاً اگر کوئی شخص بیت اللہ شریف کی طرف طواف کیلئے جائے تو اب یہاں دو چیزیں

ہیں، ایک آدمی اور دوسرا بیت اللہ شریف، اب اگر آدمی سنت کے موافق اس کو پھرنا (طواف کرنا) چاہے تو وہ (انسان) اپنے اعتبار سے اپنے داہنے ہاتھ کی جانب جائے اور طواف کرے اور یہی تیمن و تیامن کے پہلے معنی ہیں، یعنی داہنی جانب جانا۔

لیکن بیت اللہ شریف کے اعتبار سے اس بیت اللہ کی داہنی جانب سے شروع کر کے بائیں جانب پھرے اور طواف کرے اسی طرح ہی موافق سنت ہے کیونکہ ذات کعبہ مثلاً ایک آدمی کے مثل ہے اور اس کے دروازے والی جانب اس کا منہ ہے تو پھر بیت اللہ شریف کی حجر اسود والی جانب اس کی داہنی جانب اور شمال والی جانب اس کی بائیں جانب ٹھہرے گی، پس اس صورت میں طواف بیت اللہ شریف کی داہنی جانب سے شروع کر کے اس کی بائیں جانب کیا جائے، یہی تیمن و تیامن کے دوسرے معنی ہیں اور اسی طرح ہی سنت ہے، پس نتیجہ یہ نکلا کہ تیمن و تیامن کے دونوں لغوی معانی کا مطلب حقیقاً ایک ہی ہے، صرف فرق اعتباری ہے حقیقی نہیں۔

رابطہ:

پس یہاں ہمارے مضمون میں عمامہ شریف مثل انسان طائف اور سر انسان مثل ذات کعبہ ہے، تو اس صورت میں عمامہ شریف جب سر انسان کے قریب آجائے تو وہ مثل انسان طائف کے اپنی دہنی طرف جاتے ہوئے چکر کھائے، اسی طرح ہی موافق سنت ہے اور یہی تیمن و تیامن کے پہلے معنی ہوئے، لیکن انسان جب اسے اپنے اعتبار سے اپنے سر کے اردگرد چکر دے تو بمثل کعبہ اس کو اپنے داہنے ہاتھ کی جانب سے شروع کر کے بائیں ہاتھ کی جانب چکر دے، اسی طرح ہی سنت ہے اور یہی تیمن و تیامن کے دوسرے معنی ہوئے۔

تیرہواں باب

حضور اقدس ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

اور

تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کی ٹوپیوں کا ذکر

حضور اقدس ﷺ سفید ٹوپی پہنتے تھے۔

(۱)...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ﷺ سفید ٹوپی پہنتے تھے، اس کو طبرانی نے روایت کیا، سیوطی رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ اس کی سند حسن ہے، جامع صغیر کے شارح عزیزی نے فرمایا کہ اس کی سند حسن ہے۔ (السراج المنیر ج ۴ ص ۱۱۲)

(۲)...... ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سفید ٹوپی پہنتے تھے، اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا، اس میں ایک راوی عبداللہ بن خراش ہیں، ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے اور فرمایا کہ بسا اوقات غلطی کرتے ہیں، جمہور ائمہ نے ان کی تضعیف کی ہے، بقیہ رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد للہیثمی ج ۲ ص ۱۲۴)

(۳)...... ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ﷺ سفید ٹوپی پہنتے تھے، طبرانی نے اس کو معجم اوسط میں اپنے استاذ محمد بن حنفیہ واسطی سے نقل کیا ہے، جو ضعیف ہیں (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۲۴)

آپ ﷺ کے پاس تین ٹوپیاں تھیں۔

(۴)...... ابوالشیخ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ﷺ کے پاس تین ٹوپیاں تھیں (بذل المجہود ج ۶ ص ۵۲)

(۵)...... مختصر میں ہے حضرت ﷺ کی تین ٹوپیاں اس طرح کی تھیں ایک (اندر میں کوئی چیز رکھ کر) سلی ہوئی، دوسری (یمنی) حبرہ چادر کی، تیسری کان والی جس کو آپ ﷺ سفر میں پہنتے تھے، کبھی اپنے سامنے نماز پڑھتے وقت رکھ لیتے۔

(یہ حدیث ضعیف ہے تذکرۃ الموضوعات ص ۱۵۵)

سفید چپٹی ہوئی ٹوپی

(۶)...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ﷺ سفید (سر سے) چپٹی ہوئی ٹوپی پہنتے تھے (ابن عساکر نے اس کو روایت کیا اسکی سند ضعیف ہے فیض القدیر ج ۵ ص

۲۴۶)۔

(۷)...... حضرت ﷺ نے فرمایا مُحرم آدمی کرتا، عمامہ، پائجامہ، اور (ایک خاص قسم کی) ٹوپی نہیں پہنے گا۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۰۹ و ج ۲ ص ۸۶۴)

اس سے معلوم ہوا کہ لوگ حضرت ﷺ کے زمانہ میں ٹوپی پہنتے تھے

(۸)...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت گذر چکی ہے کہ حضرت ﷺ ٹوپی عمامہ کے نیچے اور بغیر عمامہ کے بھی پہنتے تھے۔ (ابن عسا کر وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے، سنداً ضعیف ہے)

آپ ﷺ کی سفر و حضر میں ٹوپی

(۹)...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ﷺ سفر میں کان والی ٹوپی پہنتے تھے، اور حضر میں پتلی یعنی شامی ٹوپی (ابوالشیخ نے اس کو روایت کیا، عراقی نے فرمایا کہ ٹوپی کے باب کی یہ سب سے عمدہ سند ہے، فیض القدیر ج ۵ ص ۲۴۶)

(۱۰)...... ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ٹوپیاں پھیلی ہوئی چپکی ہوئی ہوتی تھیں (ترمذی نے اس کو روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے، (ج ۱ ص ۳۰۸)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یعنی سر کو گھیرے ہوئے تھیں، سر پر اُٹھی ہوئی نہیں تھیں، بلکہ اس پر پھیلی ہوئی تھیں۔ (الکوکب الدری ج ۲ ص ۴۵۲)

روایت میں لفظ اکمام آیا ہے، یہ کُمہ ّ کی جمع ہے جس کا معنیٰ ٹوپی کا ہے، اگر یہ کم کی جمع مانی جائے تو اس وقت حدیث کا ترجمہ یہ ہوگا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی آستینیں چوڑی تھیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی ٹوپیوں کا ذکر

(۱۱)...... زید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ پر ٹوپی دیکھی، روایت میں لفظ برطلہ آیا ہے جو ایک قسم کی ٹوپی ہوتی ہے۔

ہشام بن عروہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے ابن الزبیر رضی اللہ عنہ پر باریک ٹوپی دیکھی۔

(۱۲)...... عیسیٰ بن طہمان کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ پر ٹوپی دیکھی، روایت میں بُرنس کا لفظ ہے جس کا معنیٰ لمبی ٹوپی ہوتا ہے۔ (بخاری شریف میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ پر ٹوپی دیکھنا مذکور ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۶۳)

(۱۳)...... اشعث کے والد کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیت الخلاء سے نکلے اور ان پر ٹوپی تھی۔ الخ

(۱۴)...... اسماعیل کہتے ہیں میں نے شُریح پر ٹوپی دیکھی۔

(۱۵)...... ابوشہاب کہتے ہیں میں نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ پر ٹوپی دیکھی (یہ دونوں یعنی شُریح اور ابن جبیر تابعی ہیں) علی بن الحسین یعنی حضرت زین العابدین، ابراہیم نخعی اور ضحاک پر بھی ٹوپی دیکھنا مروی ہے (یہ تمام روایات مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۸ ص ۲۱۲ و ص ۲۱۳ و ص ۲۴۲ پر سنداً مذکور ہیں۔)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر مصری سفید ٹوپی تھی (طبقات ابن سعد اردو ج ۳ ص ۱۸۷) ابواسحاق سبیعی تابعی پر ٹوپی کا ذکر بخاری میں ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۹)

ابن العربی فرماتے ہیں کہ ٹوپی انبیاء اور صالحین کے لباس سے ہے، سر کی حفاظت کرتی ہے اور عمامہ کو جماتی ہے، جو سنت ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ سر سے چپکی ہوئی ہو، قبہ کی طرح (اُٹھی ہوئی) نہ ہو، ہاں اگر کسی کو یہ ضرورت ہو کہ سر سے جو بخارات نکلتے ہیں اس سے سر کو بچانا ہو اس کے لئے ٹوپی میں سوراخ کر دے تو یہ علاج کے طور پر ہوگا۔ (فیض القدیر ج ۵ ص ۲۴۷)

ترمذی شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ایک شہید وہ ہے جس کا ایمان عمدہ ہو اور دشمن سے ملاقات کے وقت اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے بہادری سے لڑے اور شہید ہو جائے اس کا درجہ اتنا بلند ہے کہ لوگ قیامت کے دن اس کی طرف اپنی نگاہ اس طرح اٹھائیں گے، یہ کہہ کر حضرت ﷺ نے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو حدیث کے راوی ہیں اپنا سر اٹھایا یہاں تک کہ سر کی ٹوپی گر گئی الحدیث (ترمذی ج ۱ ص ۲۹۴)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر پر ٹوپی تھی۔

ٹوپی کی دو قسمیں ہیں:

ٹوپی دو قسم کی ہوتی ہے، لاطیبہ دوسری ناشزہ، لاطیبہ اسے کہتے ہیں جو سر سے ملی ہو اور رسول خدا ﷺ نے اس کو سر پر رکھا اور ناشزہ وہ ہے جو سر سے ملی ہوئی نہ ہو بلکہ اوپر کو اٹھی ہوئی ہو اور اس کو رسولِ خدا ﷺ نے بہت کم پہنا ہے اور بعض مشائخ اس کو پہنتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کی ٹوپی لاطیبہ بھی جو آپ ﷺ عمامہ کے نیچے پہنتے تھے اور کبھی لاطیبہ کے بغیر بھی عمامہ باندھ لیتے تھے، آنحضرت ﷺ کے عمامہ کی شکل گنبد نما ہوتی تھی، چنانچہ علماء شرفاء عرب اسی طریقے سے عمامہ باندھتے ہیں۔

ٹوپی

سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنسی تحقیقات

ٹوپی بہترین سنت رسول کریم ہے، اس بارے میں کتابوں میں کئی روایات وارد ہیں۔

السراج المنیر میں لکھا ہے کہ:

''آنحضرت ﷺ سفید ٹوپی اوڑھا کرتے تھے وطن میں آنحضرت ﷺ سفید کپڑے کی چپٹی ٹوپی اوڑھا کرتے تھے۔''

ایک حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

''حضور اقدس ﷺ اپنے سر مبارک پر کپڑا رکھا کرتے تھے اور حضور اقدس ﷺ کا یہ کپڑا چکناہٹ کی وجہ سے تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔'' (شمائل ترمذی)

اب ٹوپی کے میڈیکل فوائد پر چند سائنسی تحقیقات ملاحظہ فرمائیں:

ٹوپیوں اور ہیٹ کے فائدے:

ہیٹ یا ٹوپی ابتدائی ادوار سے ہی مختلف وجوہ کی بنا پر استعمال ہو رہے ہیں، بنیادی طور پر ٹوپی یا ہیٹ کا استعمال اپنی شخصیت کو نمایاں بنانے کے لئے کیا جاتا ہے، بعض اوقات انہیں حفظ مراتب اور منصب کی علامت کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے، بادشاہ کا تاج، سلطان کی ترکی ٹوپی، مغربی کلیسا میں اسقف کی سرکانی لمبی ٹوپی اور زمینداروں، وڈیروں کی پگڑیاں اپنے پہننے والوں کے منصب اور سماجی حیثیت کی عکاس ہوتی ہیں، مختلف سرکاری محکموں میں خاص وضع کی ٹوپیاں عہدیدار کی وردی کے ساتھ اس کے عہدے اور کام کی پہچان کی علامت ہوتی ہیں، نماز پڑھنے اور قرآن حکیم کی تلاوت سے پہلے سر کو ڈھانپنا مسلمانوں پر واجب ہے، اسلام میں عبادت کے لئے کسی خاص وضع قطع کے ہیٹ یا ٹوپی کا استعمال ضروری نہیں بلکہ سر کو صرف ڈھانپنا ہی مقصود ہوتا ہے، ٹوپیوں اور ہیٹ کو مختلف اشاروں کے لئے بھی استعمال کیا جاتا

ہے، مثال کے طور پر سلام کے لئے ٹوپی اتارنا، فرط مسرت سے ٹوپی ہوا میں اچھالنا، مایوسی کے اظہار کے لئے زمین پر پھینکنا اور غم کے اظہار کے لئے ہاتھوں میں ٹوپی مروڑنا وغیرہ۔

ہیٹ خاص قسم کے کاموں میں ضروری ہوتے ہیں اور ایسے افراد کے ہیٹ ان کے کاموں کی نوعیت کے مطابق بنے ہوتے ہیں، جن کاموں میں سر کو چوٹ لگنے کا خطرہ ہو ان میں ہیلمٹ استعمال کئے جاتے ہیں، گھڑ سواری کرنے والے، فاسٹ بالنگ کا مقابلہ کرتے ہوئے بیٹسمین، مکان گرانے والے ٹھیکیدار اور سڑکوں پر ڈیوٹی دینے والے سارجنٹ ہیلمٹ استعمال کرتے ہیں، مذکورہ تمام کاموں میں استعمال ہونے والے ہیلمٹ یا ہیٹ کام کی نوعیت کے مطابق بنے ہوتے ہیں، تاکہ حادثے کی صورت میں سر اور بالوں کو چوٹ اور انفیکشن کے پھیلاؤ سے بچایا جا سکے۔

گرمیوں کے موسم میں بال سر کی جلد کو دھوپ، جلن (Sun burn) سے محفوظ رکھتے ہیں، اس کے علاوہ شدید سردی کے موسم میں ہمیں سردی سے بھی بچاتے ہیں، ٹوپیاں یا ہیٹ ایسے نومولود بچوں کے لئے ضروری ہوتے ہیں، جن کے سر پر بال نہیں ہوتے یا جو لوگ سر سے مکمل طور پر گنجے ہوتے ہیں انہیں سر کو ڈھانپنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ سورج سے آنے والی الٹراوائلٹ شعاعوں سے بچ سکیں۔

گرمیوں کے موسم میں گرم علاقوں کے رہنے والے افراد (سن اسٹروک) سے بچنے کی خاطر کندھوں کے اوپر کپڑا اور سر پر ہیٹ یا ٹوپی رکھتے ہیں تاکہ دماغ پر براہ راست سورج کی شعاعیں نہ پڑیں، سیاہ فام باشندوں کے متعلق لوگوں میں عام خیال پایا جاتا ہے کہ شاید ان کے سروں کی چمڑی موٹی ہوتی ہے اس لئے انہیں سر کو ڈھانپنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور اسی وجہ سے گوروں کے پاس حاری علاقوں میں سیر و سیاحت کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ باقی رہ جاتا ہے کہ وہ سر کو ایسے ہیلمٹ سے ڈھانپ کر رکھیں جیسے کہ ١٩٣٩ء سے ١٩٤٣ء کے دوران دوسری جنگ عظیم میں برطانوی فوجی گرم علاقوں میں اپنے سروں کو ڈھانپنے کے لئے استعمال کرتے تھے یا گرمی سے بچاؤ کے لئے فرنچ فارن لیجین کے ممبران اپنی گردنوں کو کپڑوں سے ڈھانپ کر رکھتے تھے، ہمارے ہاں سندھی لوگ گرمی سے بچاؤ کی خاطر اجرک اور پنجابی بڑے رومال کا استعمال کرتے ہیں، تاکہ گردن کے کمزور پٹھوں کو محفوظ رکھا جا سکے، لیکن اب اس بات کا علم

ہو چکا ہے کہ سیاہ فام باشندے ہوں یا گورے دونوں کے سروں کی چمڑی یکساں ہوتی ہے اور ان میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا ہے، نہ ہی ان مذکورہ حفاظتی تدابیر مثلاً ٹوپی ہیٹ یا گردن پر کپڑا رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ سورج کی شعاعیں کھوپڑی میں داخل نہیں ہو سکتیں اور سر سے گرمی کے داخل ہونے سے ہیٹ سٹروک نہیں ہوتا ہے، ہیٹ سٹروک جسم کی حرارتی میکانیت کی باقاعدگی کے مکمل طور پر متاثر ہونے سے ہوتا ہے، اس کا کھوپڑی کے زیادہ گرم ہونے سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہوتا اور نہ ہی گرم علاقوں میں پہنے جانے والے ہیٹ اسے روک سکتے ہیں۔

شدید سردیوں کے موسم میں سر پر گرم ٹوپی پہننے سے بھی نزلے، زکام میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی ہے، گرم ٹوپی پہننے کے باوجود نزلہ ہو سکتا ہے، البتہ سر پر گرم کپڑا یا ٹوپی سکون ضرور فراہم کرتی ہے، جلد جتنی زیادہ ننگی ہوگی، اس سے اتنی ہی زیادہ حرارت خارج ہوتی ہے، تجربات سے واضح ہو چکا ہے کہ ہمارے جسم کی تقریباً ٢٠ فیصد حرارت سر سے خارج ہوتی ہے، اگر ہم برف باری کے موسم میں ننگے سر پھرتے رہیں تو یہ بالکل ایسے ہی ہے، جیسے شدید سردی کے موسم میں کمرے کی کھڑکیاں، روشن دان بند کر کے دروازہ کھلا چھوڑ دیا جائے، اگرچہ ٹوپی پہننے یا نہ پہننے سے نزلے زکام کا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اس کے باوجود سردیوں کے دنوں میں ٹوپی کا استعمال فائدہ مند ہوتا ہے۔ (صحت بخش عادات)

ٹوپی پر ایک یورپی محقق کی ریسرچ:

ٹوپی کے بارے میں ایک یورپی محقق لکھتے ہیں کہ:

''بچوں کے لئے ٹوپی لباس کا ایک ضروری حصہ ہے اس سے ان کے بال گرد و غبار سے محفوظ رہتے ہیں، ریشے ٹوپی کے بال سر کو دھوپ کی تمازت سے بچاتے ہیں اور گرمیوں میں سر کو ٹھنڈا رکھتے ہیں، اسکول کے بچوں کو جو پیدل اسکول جاتے ہیں ان کو گرمیوں میں سولا ٹوپی ضرور اوڑھنی چاہئے، یہ سولا ٹوپی یا ہیٹ کم دام کی چیز ہے اور پس پشت گردن پر سایہ بھی کرتی ہے جسم کے اس حصہ کو آفتاب کی تیز روشنی سے بچانا چاہیئے، اس حصہ جسم پر زیادہ دیر تک دھوپ لگنے سے لو لگنے کا مرض ہو سکتا ہے، مناسب ملبوس ضروری ہے تاکہ سردی، بارش اور برف باری سے

تحفظ مل سکے اور دفاعی قوت کمزور نہ ہونے پائے کیونکہ دفاعی قوت کمزور ہونے سے فلو، کھانسی اور نزلہ، زکام کا احتمال ہوتا ہے، اس غرض سے ٹوپی، دستانے، مناسب جراب اور پاپوش نہایت ضروری ہیں جو موسم سرما کی سخت سرد ہواؤں میں پہنے جائیں، اگر مناسب ٹوپی اوڑھی جائے تو جسم سے ۲۰ فیصد حرارت کا ضیاع روکا جاسکتا ہے۔''

کسی ہوئی ٹوپی نہیں پہننی چاہیئے:

ایک حکیم صاحب کہتے ہیں کہ:

مطب میں ایک وجیہہ، دراز قامت، خوش پوش صاحب تشریف لائے، شیروانی پہنی ہوئی، آنکھوں پر چشمہ لگائے ہوئے تھے، فرمانے لگے، حکیم صاحب! کیا ٹوپی پہننے سے بال گرنے شروع ہوجاتے ہیں، میں نے اس کا جواب تفصیل سے دیتے ہوئے کہا کہ بعض لوگ ٹوپی بڑی کس کر پہنتے ہیں جس کی وجہ سے دوران خون بالوں کی طرف کم ہوجاتا ہے، پھر سارا دن بالوں کو تازہ ہوا بھی نہیں لگتی اور نہ ہی سورج کی روشنی، اس حالت میں بال کس طرح تندرست رہ سکتے ہیں، اس لئے بالوں کو روشنی اور ہوا ضرور لگنی چاہئے، وہ صاحب فرمانے لگے کہ میں پہلے ٹوپی نہیں پہنتا تھا، بس معزز ہونے کی کوشش کی، ٹوپی پہننی شروع کردی، لیکن شاید یہ عزت راس نہیں آئی، میں نے اپنے جواب کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ٹوپی پہنی ہی نہ جائے، بلکہ ٹوپی ضرور پہنیں جہاں کہیں موقع ملے ٹوپی کو اتار کر سر پر ہاتھ پھیریں اور اگر جیب میں لکڑی کی کنگھی یا برش ہو تو اس کو بالوں میں کریں، اس سے دوران خون تیز ہوجائے گا اور مسلسل ٹوپی پہنے رکھنے سے جو دوران خون میں رکاوٹ آگئی تھی وہ دور ہوجائے گی، اس طرح بال گرنے سے رک جائیں گے، اگر ٹوپی تنگ نہ ہو اور سر کو کس نہ دیتی ہو تو وہ فائدہ بھی دیتی ہے کہ دن بھر سڑکوں اور گلیوں کی دھول سے بال محفوظ رہتے ہیں، دھول اگر بالوں میں جم جائے تو مسام بند ہوجاتے ہیں بال گرنے شروع ہوجاتے ہیں، اس لئے اگر ٹوپی پہنی جائے تو تنگ اور کسی ہوئی نہ ہو۔

بال بچاؤ ٹوپی کی ایجاد:

چھاتی کے سرطان کو کیموتھراپی کے نتیجے میں اکثر خواتین سر کے بالوں سے محروم ہوجاتی ہیں، اس کی وجہ تیز دوائیں ہوتی ہیں، بالوں میں ان کے سرایت کرجانے سے بال جھڑ جاتے ہیں، ان دواؤں کو بالوں تک پہنچنے سے روکنے کیلئے انگلستان کے ریفریجریشن کے انجینئر کلین اور ان کے بھائی نے سائیکل چلانے والوں کے ہیلمٹ جیسی ایک ایسی ٹوپی تیار کی جسے کیموتھراپی سے ۱۵ منٹ پہلے مریض کے سر پر فٹ کردینے سے کھوپڑی کی کھال کا درجہ حرارت گھٹ جاتا ہے، یوں بالوں کو خون پہنچانے والی رگیں سردی کی وجہ سے بند ہوجاتی ہیں، یہ سرد ٹوپی تین گھنٹوں تک سر پر رکھنی ہوتی ہے، کلین نے اسے اپنی بیوی کے لئے تیار کیا تھا، وہ چھاتی کے سرطان کی مریضہ تھی، اس ٹوپی کے استعمال سے اس کے بال گرنے سے بچے رہے، اب برطانیہ کے کئی ہسپتالوں میں یہ بال بچاؤ ٹوپی استعمال ہورہی ہے۔

ٹوپی سے جلد کے سرطان کا بچاؤ:

ڈاکٹر یوڈورنر ے کیرتھو میں لکھتا ہے کہ:

''جلد کا سرطان (کینسر) ان ہلکے رنگ کے لوگوں میں عام ہوتا ہے جو زیادہ وقت دھوپ کی پوری تیزی میں گزارتے ہیں یہ جسم کے ان حصوں پر زیادہ ہوتا ہے جہاں دھوپ کی پوری تیزی پڑتی ہے، جلد کے سرطان کی کئی شکلیں ہوتی ہیں عام طور پر موتی کے رنگ کے حلقہ کی شکل میں پہلی بار نمودار ہوتا ہے جس کے بیچ میں سوراخ ہوتا ہے اور دھیرے دھیرے تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہے، اگر صحیح وقت پر علاج ہوجائے تو جلد کے بیشتر سرطان خطرناک نہیں ہوتے اگر آپ کے جسم پر ایسا زخم ہو جس پر سرطان کا شک ہو تو ہیلتھ ورکر کو بتایئے، جلد کے سرطان سے بچنے کے لئے گورے اور ہلکی رنگت کے لوگوں کو چاہئے کہ دھوپ سے بچیں اور ہمیشہ چھجے والی ٹوپی پہنا کریں۔''

ٹوپی کی افادیت اور میڈیکل سائنس:

ٹوپی کا استعمال نزلے زکام کے خلاف مزاحمت پیدا کرتا ہے، مگر یہ بات افسوس کے

ساتھ کہنا پڑتی ہے کہ اس کے باوجود نزلے کے وائرس کو روکا نہیں جا سکتا، لیکن جب آپ نے سر پر ٹوپی رکھی ہوئی ہو تو اس بات کا انحصار اس پر بھی ہے کہ اس وقت آپ کتنی سردی محسوس کرتے ہیں، ہمارے سر کی کھال کی عروق خون ٹانگوں اور بازوؤں کی عرق خون کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے نہیں سکڑتیں، جب یہ عرق خون سکڑتی ہیں تو خون کی بڑی مقدار پٹھوں کو مہیا کرتی ہیں جہاں یہ جلد کی اوپری سطح کے خون کے مقابلے میں زیادہ گرم ہو جاتا ہے، لیکن کھوپڑی کی سطح پر سے خون کی بہت کم مقدار عروق خون کے ذریعے آگے جاتی ہے، خون کی بہت سی مقدار یہاں پر ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور اس طرح کے ٹھنڈے خون کی تھوڑی سی مقدار بھی جب ہمارے پٹھوں اور اندرونی حصوں میں جائے گی تو یقیناً نقصان کا باعث ہوگی، اس طرح کی ٹھنڈک کس قدر نقصان دہ ہے؟ تحقیق کرنے والوں کے ایک محتاط اندازے کے مطابق جب آپ ٹوپی کے بغیر سردی میں نکلتے ہیں تو آپ جسم کو گرم رکھنے کی ۵۰ فیصد تک صلاحیت کم کر لیتے ہیں یا یوں سمجھیں کہ ہمارے اندرونی درجہ حرارت کو برقرار رکھنے کے لئے ہمارے جسم کو ۵۰ فیصد زیادہ کام کرنا پڑے گا۔

ٹوپی کی برکت:

یہ واقعہ اگرچہ کئی سال پہلے کا ہے لیکن یہ واقعہ میرے ذہن کے ساتھ ایسے چپک کر رہ گیا ہے کہ جب بھی مجھے اس کی یاد آتی ہے تو اس کے خوف کی وجہ سے میرے جسم میں کپکپی طاری ہو جاتی ہے، گویا کہ یہ واقعہ آج ہی ابھی ابھی ہمارے ساتھ پیش آیا ہے۔

قبل اس کے کہ میں واقعہ بیان کرنا شروع کروں اس سے پہلے واقعہ کو سمجھنے کے لئے آپ حضرات یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ ہم تین بھائی ہیں، میرا نام محمد فاروق جنید ہے اور مجھ سے چھوٹے کا نام محمد اختر اور سب سے چھوٹے کا نام سعید حیدر ہے، ہمارا تعلق زمین دار گھرانے سے ہے۔

سخت گرمیوں کے دن تھے، صبح ہم لوگوں نے ٹریکٹر والے کو کہا کہ آج ہماری زمین میں ہل چلا دینا کیونکہ اس کے ساتھ ہمارا سالانہ ٹھیکہ ہوتا ہے، جب بھی زمین میں ہل وغیرہ چلوانا ہوتا ہے ہم اس کو اطلاع دیتے ہیں اور وہ ہل چلا دیتا ہے کیونکہ وہ ہماری تمام زمین کو جانتا ہے۔

دن کو شدید گرمی ہونے کی وجہ سے ہم اپنی زمین پر نہ جا سکے، تا کہ دیکھیں کہ اس نے ہل کیسا چلایا ہے، عصر کے وقت ہم تینوں بھائی اپنے والد صاحب کے ہمراہ عصر کی نماز پڑھنے کی غرض سے روانہ ہوئے، گھر سے کچھ دور جانے کے بعد والد صاحب نے ہم سے مخاطب ہو کر کہا کہ اب موسم بھی درست ہو گیا ہے، یعنی گرمی کم ہو گئی ہے، ہمیں چاہئے کہ اب زمین کا چکر لگا لیں، اور دیکھیں کہ ٹریکٹر والے نے کیسا ہل چلایا ہے، لہٰذا جلدی جاؤ اور گھر سے کدال اٹھا کر لے آؤ تا کہ زمین میں ہل چلانے کی وجہ سے جو مٹی کے بڑے بڑے ڈھیلے نکل آتے ہیں انہیں بھی کدال (کی الٹی یعنی پین والی جانب) سے توڑیں، یہ بات سننی تھی کہ سب سے چھوٹا یعنی سعید بھاگ کر گیا اور کدال اٹھا کر لے آیا، اس وقت ہم لوگ مسجد میں داخل ہونے والے تھے، سب سے پہلے والد صاحب مسجد کے مین گیٹ سے داخل ہو چکے تھے اور محمد اختر ہم سے پیچھے تھا یعنی درمیانہ بھائی، جیسے ہی وہ گیٹ میں داخل ہوا تو اس نے ہائے ابو کی ایک زوردار چیخ لگائی، اس کی چیخ پورے محلے میں سنی گئی وہ اس وجہ سے کہ جیسے ہی اس نے گیٹ میں پاؤں رکھا تو اوپر چھت سے تقریباً ڈیڑھ میٹر لمبے اور لاٹھی جیسے موٹے سانپ نے اس کے سر پر چھلانگ لگائی، سر پر ٹوپی ہونے کی وجہ سے سانپ اس کو ڈس تو نہ سکا اور سلپ کر کے نیچے گر گیا، اتنے میں والد صاحب بھی چیخ کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ ہو چکے تھے، انہوں نے جلدی سے سعید کے ہاتھ سے کدال لی اس وقت سانپ دوبارہ دیوار کے ذریعے چھت کی طرف جا رہا تھا، والد صاحب نے دیوار پر سانپ پر وار کیا لیکن وہ سانپ کو نہ لگا البتہ سانپ دوبارہ زمین پر گرا اور اب اس نے گیٹ سے نکلتے ہوئے گلی کی طرف راہ فرار اختیار کی، والد صاحب بھی کدال لے کر اس کے پیچھے پیچھے بھاگے اور کچھ دور جا کر پشت کی جانب سے اس پر وار کیا اور یہ وار اس پر لگا، وار ہوتے ہی وہ فوراً والد صاحب پر حملے کے لئے لوٹا والد صاحب جلدی سے چند قدم پیچھے ہٹے اور پھرتی سے اس کے سر پر مارنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی اتنا ہوشیار تھا کہ باوجود زخمی ہونے کے جب والد صاحب اس کے سر پر مارتے وہ تھوڑا سا پیچھے ہٹ جاتا اور کدال زمین پر لگتا اور وہ والد صاحب کے قدموں کی طرف ڈسنے کی غرض سے لپکتا، یہ کھیل جاری تھا اور اتنے میں محلے کے تمام لوگ جمع ہو چکے تھے، کچھ تو اختر کی چیخ کی وجہ سے اور کچھ کدال جب زمین پر لگتی اس کی زوردار آواز کی وجہ سے، وہ تمام لوگ بھی یہ تماشا دیکھ رہے تھے، اسی دوران ان لوگوں نے بھی

سانپ کو پتھر وغیرہ مارے لیکن وہ سانپ نہ مرا، اتنے میں ایک بزرگ آگئے وہ میرے والد صاحب سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ وار کے وقت جتنا یہ پیچھے ہٹتا ہے اتنا اس کے پیچھے وار کرو تب یہ مردار ہوگا، والد صاحب نے ایسا ہی کیا اور اندازاً ایک بالشت اس کے سر سے پیچھے وار کیا اور اس وقت وہ بالکل اتنا ہی پیچھے ہٹ کر اٹھائے دوبارہ حملے کے لئے تیار تھا کہ کدال اتنے زور سے اس کے سر پر لگی کہ اس کو مٹی کے ساتھ برابر کر دیا، اس کے بعد آج تک جب بھی میں اس مسجد میں نماز پڑھنے جاتا ہوں تو دروازے سے داخل ہوتے وقت اچانک پہلے میری نگاہیں چھت کا جائزہ لیتی ہیں اور اس کے بعد کسی اور طرف متوجہ ہوتی ہیں۔

ٹوپی کے فائدے کے بارے میں اس کے پڑھنے کے بعد آپ خود اندازہ لگالیں اور آج کے بعد اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

(محمد فاروق چکوال، جامعہ فاروقیہ)

چودہواں باب

ٹوپی اور عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے کا ذکر
یعنی
ٹوپی یا عمامہ کے ساتھ نماز پڑھئے

ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے پر ایک مختصر تحقیق احادیث رسول ﷺ کے آئینہ میں:

احیاء العلوم کے باب آداب اللباس میں لکھا ہے:

کان یلبس القلانس تحت العمائم وبغیر عمامة وربمانزع قلنسوة من رأسه فجعلها سترة بین یدیه ثم یصلی الیها.

یعنی آنحضرت ﷺ ٹوپی پہنتے تھے عمامہ کے نیچے اور بغیر عمامہ کے اور کبھی ٹوپی کو سر مبارک سے اتار کر سامنے اس کو سترہ کر لیتے تھے، اور اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔

امام عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے جامع صغیر کے بقیہ حصہ کو شرح کرتے ہوئے لکھا ہے، (ویلبس) القلانس (ذوات الآ ذان) اذاکان (فی الحرب وکان ربمانزع قلنسوته) ای اخرج رأسه منها (فجعلها سترة بین یدیه وهویصلی) ای اذا لم یتسیرله حنذ مایستتربه اوبیانا للجواز یعنی آنحضرت ﷺ جہاد کی حالت میں گوشہ دار ٹوپی پہنتے تھے اور کبھی اس کو سر سے اتار کر سترہ کر لیتے تھے اور اس کی طرف نماز پڑھتے تھے جب کہ سترہ کرنے کے قابل اس وقت کوئی اور شے موجود نہ ہوتی، یا اظہار جواز کے لئے، سفر السعادت میں ہے، النبی ﷺ لبس السراویل ولبس العمامة بغیرقلنسوة ومع القلنسوة القلنسوة بغیر العمامة.

جس کا ترجمہ کتاب مذکورہ کی شرح میں شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے آنحضرت ﷺ گاہ عمامہ بے کلاہ می پوشید وگاہ کلاہ بے عمامہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد:

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کشف الغمہ میں لکھا ہے:

کان ابن مسعود رضی اللّٰه عنه یقول سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول کان علی موسیٰ علیه الصلوٰة والسلام یوم کلمه ربه سراویل صوف وجبة صوف وکساء صوف کمة صوف ونعلان من جلد حمار المیت الکهروالقلنسوة

والصغیر علی الرأس.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ فرماتے تھے جس روز اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا ان کا زیر جامہ اور جگہ اور چادر اور ٹوپی اور مردہ گدھے کا چمڑہ کے پاپوش پہنے ہوئے تھے، یہ حدیث ترمذی شریف وغیرہ میں بھی آئی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم بالعموم ٹوپی بھی استعمال کرتے تھے اور اس سے انکار جہالت ہے، متعدد احادیث کتب صحاح وغیرہ میں وارد ہیں بخوف طوالت سب کی نقل کو ترک کیا گیا اگر کوئی چاہے دیکھ سکتا ہے، خصوصا یہ کہ جب حج کے موقعہ پر نبی کریم ﷺ سے احرام کی حالت میں دوسرے لباس کے استعمال کو دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ قمیص، زیر جامہ، ٹوپی، موزے وغیرہ جامہ ہائے دوختہ پہنیں پس اگر صحابہ رضی اللہ عنہم ٹوپیاں پہنتے نہ ہوتے تو منع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

ان روایات واحادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمامہ پہنتے تھے، ساتھ ٹوپی کے اور کبھی عمامہ بغیر ٹوپی کے اور کبھی ٹوپی بغیر عمامہ کے۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک:

شیخ عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کشف الغمہ میں لکھا ہے:

کان ﷺ یامربستر الرأس فی الصلوٰة بالعمامة اوالقلنسوة وینهی عن کشف الرأس فی الصلوٰة

آنحضرت ﷺ حکم دیتے تھے نماز میں سر ڈھانکنے کا عمامہ سے یا ٹوپی سے اور منع فرماتے تھے سر کھولنے سے نماز میں۔

قابل غور ہے کہ جب خود سردار دو جہاں ﷺ حکم دیں کہ نماز میں عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانک لینا چاہئے تو ٹوپی پہننا بموجب اس حدیث کے مسنون و مستحب ہوگا یا نعوذ باللہ مکروہ۔

عمامہ ٹوپی پہننا فطرت انسانی ہے:

لاتزال امتی علی الفطرة مالبسوا العمائم علی القلانس

(کنزالعمال ج ۸ ص ۱۹)

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت جب تک ٹوپیوں پر عمامے باندھتی رہے گی تب تک فطرت انسانی پر قائم رہے گی۔

اس حدیث عالیہ سے معلوم ہوا کہ جو آپ ﷺ کا امتی عمامہ شریف اور ٹوپی نہیں پہنتا وہ فطرت انسانی سے گرا ہوا ہے، اس حدیث میں بالخصوص ان لوگوں کیلئے درس عبرت ہے جو کپڑے کے ہوتے ہوئے بھی ننگے سر نماز پڑھنے کو ترجیح دیتے ہیں، کیونکہ یہ فعل فرمان مصطفیٰ ﷺ اور فطرت انسانی کے خلاف ہے۔

صرف ٹوپی پہننے کا ثبوت:

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن خاله قال اتیت النبی ﷺ فی الشتاء فوجدتهم یصلون فی البرانس والاکسیة وایدیهم فیها.(رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله موثقون(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۵۱)

کلیب کے والد اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں سردیوں میں حاضر ہوا وہ سب ٹوپیاں پہنے ہوئے اور چادریں اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اوران کے ہاتھ ان کی چادروں میں تھے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

قال الحسن کان القوم یسجدون علی العمامة والقلنسوة ویداه فی کم (بخاری ج ۱ ص ۱۵۹)

حسن بصری کہتے ہیں کہ (گرمی کی وجہ سے) لوگ (یعنی صحابہ اور تابعین) عمامہ اور ٹوپی پر سجدہ کرتے تھے، (یعنی پیشانی عمامہ کے پیچ اور ٹوپی سے ڈھکی ہوئی ہوتی تھی) اوران کے

ہاتھ آستینوں میں ہوتے تھے۔

وضع ابواسحاق قلنسوة فی الصلوٰة ورفعها

ابواسحاق نے نماز میں اپنی ٹوپی کو رکھا اور اونچا کیا۔ (صحیح بخاری جلد ا ص ۱۵۹)

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وکان النبی ﷺ یامر بستر الرأس فی الصلوٰة بالعمامة او القلنسوة وینهی عن کشف الرأس فی الصلوٰة (کشف الغمه ج ۱ ص ۸۷)

نبی ﷺ نماز میں عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم دیتے تھے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ حافظ ابن عساکر اور حافظ رویانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

کتب احادیث وسیر وتواریخ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی پہنی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

جلیل القدر تابعی حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کان القوم یسجدون علی العمامة او القلنسوة (صحیح بخاری ج ا ص ۵۶)

یعنی ان کے زمانہ کے لوگوں (صحابہ وتابعین وغیرھم) سے کچھ عمامہ باندھ کر اور کچھ ٹوپی پہن کر نماز پڑھتے تھے، علاوہ ازیں ترمذی کے حوالے سے مشکوٰۃ ص ۳۳۵، سیرت حلبیہ ص ۳۵۴، سفر السعادۃ ص ۴۳۶، احیاء العلوم ص ۵۲۲ ج ۲، جامع الصغیر ص ۱۲۰ میں ٹوپی پہننے کی احادیث موجود ہیں۔

ٹوپی سے نماز کے جواز کے مزید دلائل:

شرح منیۃ المصلی میں ہے:

وفی التحفة والبدائع واماالمستحب فهوا ن یصلی فی ثلٰثة اثواب ازارورداء وعمامة وکذاذکر الفقیه ابوجعفر الهندوانی فی غریب الروایة عن اصحابنا ومشی علیه فی الحاوی القدسی وقال محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ

المستحب للرجل ان يصلى فى ثوبين ازارورداء لانه يحصل ستره العورة والزينة جميعا قلت وهو الموافق لماقدمناه عن ابى حنيفة رحمه اللّٰه من انه من اخلاق الكرام ثم يمكن ان يكون المراد بالنسبة الى ماعدا الرأس للعلم باستحباب ستره بعمامة ونحوها الى القلنسوه وجريان العادة غالبا بذلک كماقدمناه مثله فى التوشح وجوزنا ان يكون هو الحاصل على عدم التعرض لستر الرأس

یعنی تحفہ اور بدائع میں لکھا ہے اور بہر حال مستحب پس وہ ازار چادر عمامہ تین کپڑوں سے نماز پڑھنا ہے اور ایسے ہی ذکر کیا فقیہہ ابو جعفر ہندوانی نے نادر روایت میں ہمارے اصحاب سے اور اسی قول پر چلے ہیں حاوی قدسی میں اور کہا محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہ واسطے آدمی کے مستحب یہ ہے کہ نماز پڑھے دو کپڑوں ازار اور چادر سے اس واسطے کہ اس سے ستر عورت اور زینت دونوں حاصل ہو جاتے ہیں، میں کہتا ہوں اور وہ موافق ہے اس کے جو ہم نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے قبل ازیں ذکر کیا کہ ایسا کرنا بزرگوں کی عادات سے ہے پھر ممکن ہے کہ باوجود سر کو عمامہ یا ٹوپی وغیرہ سے ڈھانکنے کا استحباب معلوم ہوتے ہوئے ماعدا الراس کی نسبت یہ دو کپڑوں کا استحباب بیان کیا ہو اور اس واسطے کہ غالباً عادت لوگوں کی یہی جاری ہے، جیسے کہ مقدم ذکر کیا ہم نے مثل اس کے توشح میں اور جائز کیا ہم نے وہی حاصل ہونا استحباب کا ستر الراس کے متعلق تعرض نہ کرتے ہوئے۔

اس شرح میں ہے:

ثم يتخلص ان المستحب من اللبس فى حال السعة للرجل ازارورداء وعمامة اونحوها اوقميص وازار وعمامة او نحوها وان الجائز منه من غير كراهة للرجل التوشح بالثوب الواحد من تغطية الرأس ببعضه ان لم يكن مستورا بعمامة اونحوها .الخ

یعنی پھر صاف ہوتی ہے یہ بات کہ گنجائش اور وسعت میں آدمی کے واسطے لباس مستحب ہے ازار چادر اور عمامہ یا مثل اس کے کوئی اور شے یا قمیص اور ازار اور عمامہ یا مثل اس کے اور تحقیق ہے، یہ کہ اس مجموعہ لباس میں سے آدمی کے واسطے پہننا صرف ایک کپڑے کا کہ اسی

سے سر بھی چھپ جائے، جائز ہے بلا کراہت، اگرچہ دوپٹہ یا ٹوپی سر پر نہ ہو۔

صاحبِ فتاویٰ عالمگیری کی تحقیق

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

والمستحب ان يصلى الرجل فى ثلٰثة اثواب قميص وازاروعمامة، امالو صلى فى ثوب واحد متوشحابه تجوز صلاته من غير كراهة.

اس اعتراض پر کہ ٹوپی سے امامت کے جواز کا جو فتویٰ دیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے، یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا امامت اور اقتدار کے لئے کسی خاص لباس امتیازی کی بھی قید ہے اور کیا عمامہ شرائط امامت میں داخل ہے، سوائے افضلیت کے اور کیا اگر صرف ایک کپڑے سے نماز پڑھائی گئی ہو تو دو اور تین کپڑوں سے نماز پڑھانے کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا۔

البحر الرائق میں ہے:

بحر الرائق میں لکھا ہے:

وفى الخلاصة وغيرها لابأس ان صلى الرجل فى ثوب واحد متوشحابه جميع بدنه ويوم كذلک .

یعنی خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ کچھ حرج نہیں ہے ایک کپڑے سے نماز پڑھنے میں جب کہ آدمی تمام جسم پر وہ کپڑا پہنے ہوئے ہو، اور ایسے ہی امامت کرے۔

احیاء العلوم میں ہے:

احیاء العلوم میں ہے:

كانت له ملحفة مصبوغة بالزعفران وربماصلى بالناس فيها وحدها.

یعنی آنحضرت ﷺ کے پاس ایک اوڑھنے کی چادر تھی زعفران سے رنگی ہوئی، کبھی آپ ﷺ صرف اسی چادر سے لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے زعفران رنگ کے لباس سے منع فرمایا ہے، چنانچہ جامع الصغیر وغیرہ میں ہے منع فرمایا ہے نبی ﷺ نے مردوں کو زعفران سے کپڑے رنگنے

سے، جواب اس کا یہ ہے کہ اگرچہ بقول مختار زعفرانی رنگ کی مردوں کے لئے کراہت ثابت ہے، لیکن فی الجملہ یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ کہا گیا ہے یہ ممانعت صرف حالتِ احرام کے لئے مخصوص تھی اور تائید قول احیاء العلوم میں اور بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں:

کشف الغمہ میں ہے:

قال انس رضی اللّٰہ عنہ کان رسول اللّٰہ ﷺ یصبغ ثیابہ کلھا بالزعفران حتی عمامۃ.

کہا انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ اپنے کپڑے زعفران سے رنگتے تھے یہاں تک کہ عمامہ بھی۔

بہرحال یہ اعتراض بحث ماٰنحن فیہ سے خارج ہے، احیاء العلوم میں لکھا ہے:

وربما لبس الازار الواحد لیس علیه غیره ویعقد طرفیه بین کتفیه وربما أمّ به الناس علی الجنائز.

یعنی کبھی آنخضرت ﷺ صرف چادر پہنتے تھے کہ اس پر کوئی اور شے نہیں ہوتی تھی اور دو کنارے اس کے درمیان مونڈھوں کے باندھتے تھے اور کبھی امامت کرتے تھے لوگوں کی اسی چادر سے جنازوں میں۔

شرح جامع الصغیر سے ایک حدیث شریف:

اس سے شرح جامع الصغیر سے حدیث لکھی گئی ہے کہ آنخضرت ﷺ جہاد کی حالت میں گوشہ دار ٹوپی پہنتے تھے اور کبھی اس کو سر سے اتار کر سترہ کر لیتے تھے، اور اس کی طرف نماز پڑھتے تھے وہ اتنی دراز ہوتی تھی کہ اس کو بجائے سترہ کے رکھ لیتے تھے تو قرینہ کے لحاظ سے یہ بات یقینی ہے کہ آپ ﷺ اس کو بلا عمامہ اوڑھتے تھے، پھر بعید از قیاس ہے کہ اس حالت میں نماز پڑھانے کا اتفاق نہ ہوتا ہو، کیونکہ حالت سفر میں اور خصوصاً جہاد میں زیادہ تر فرائض و واجبات ہی پڑھنے کا اتفاق ہوتا تھا قصر کی وجہ سے۔

ترمذی شریف میں ہے:

ترمذی میں ہے:

عن انس ابن مالک قال دخل النبی ﷺ عام الفتح وعلی الرأس المغفر

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا تشریف لائے نبی ﷺ فتح مکہ کے سال اس حال میں کہ سر مبارک پر مغفر یعنی خود آہنی تھا کہ جو ٹوپی کے اندر پہنا جاتا ہے۔

قاموس وصراح میں لکھا ہے ذرد من الدرع یلبس تحت القلنسوۃ یعنی زرہ خود پہنا جاتا ہے ٹوپی کے نیچے پس یہ بھی ٹوپی کی جنس سے ہے اور حدیث مغفر مؤید ہے حدیث مذکورہ بالا کی۔

ٹوپی پہننے کی شرعی حیثیت (جامعہ دارالعلوم کورنگی کا ایک تحقیقی اور علمی فتویٰ)

سوال:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام بابت اس مسئلہ کے کہ آجکل ٹوپی نہ پہننے کا رواج عام ہے اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں تو یہ رواج دوسروں کے مقابلے میں اور زیادہ ہے، بلکہ بعض حضرات ٹوپی پہننا باعث عار سمجھتے ہیں اور اب صورتحال یہ ہے کہ ایسے لوگ بکثرت موجود ہیں، جن کے پاس سرے سے ٹوپی ہی نہیں ہے، پہننا تو دور کی بات ہے، پھر بعض حضرات نماز میں بھی ٹوپی استعمال نہیں کرتے اس سلسلے میں جو باتیں زبان زد عام ہیں، وہ یہ ہیں کہ ٹوپی حدیث سے کہاں ثابت ہے؟ یہ تو مولویوں کا کام ہے، انہوں نے دین میں خواہ مخواہ سختی کر رکھی ہے، ورنہ ٹوپی نہ پہننا کوئی گناہ نہیں ہے، نیز بغیر ٹوپی نماز پڑھنے سے بھی کوئی گناہ نہیں ہوتا، عرب ممالک جہاں قرآن نازل ہوا وہاں بھی اکثر لوگ بغیر ٹوپی نماز ادا کرتے ہیں، اگر یہ کوئی گناہ ہوتا تو وہاں کے لوگ ایسا نہ کرتے۔

اس صورتحال کے پیش نظر آپ حضرات سے گذارش ہے کہ شرعی دلائل کی روشنی میں ٹوپی کی حیثیت کو واضح فرمائیں۔ بہت شکریہ

(محمد سعد، لانڈھی کراچی)

الجواب:

عمامہ یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا اور نماز کے علاوہ عام حالت میں بھی عمامہ یا ٹوپی پہننا رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا اور آج تک دیندار مسلمانوں میں یہ طریقہ چلا آرہا ہے اور اسی لئے سر پر ٹوپی یا عمامہ استعمال کرنا اسلامی لباس کا شعار ہے اور یہی اسلامی تہذیب ہے، اس کے برخلاف ننگے سر رہنا انگریزوں کی تہذیب ہے جو اسلامی تہذیب کے بالکل خلاف ہے، لہذا یہ کہنا کہ "ٹوپی پہننا حدیث سے کہاں ثابت ہے؟ یہ تو مولوی کا کام ہے، انہوں نے خواہ مخواہ دین میں سختی کر رکھی ہے" محض غلط اور جہالت کی بات ہے، جس سے بچنا چاہئے اور انگریزی تہذیب کو چھوڑ کر اسلامی تہذیب کو اختیار کرنا چاہئے۔

اور ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کبھی اتفاق سے بغیر ٹوپی نماز پڑھ لے اس میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن ننگے سر نماز پڑھنے کی عادت بنانا مکروہ تنزیہی ہے اور (نعوذ باللہ) اگر نماز کی توہین کرنے کے ارادہ سے ٹوپی اتار کر کوئی نماز پڑھتا ہے تو یہ کفر ہے، آجکل جو لوگ ننگے سر رہتے ہیں اور ننگے سر نماز پڑھتے ہیں ان کا فعل بلاشبہ مکروہ تنزیہی اور اسلامی شعار کے خلاف ہے جس سے ان کو بچنا چاہئے اور ٹوپی یا عمامہ پہننے کو اپنے لئے باعث عار سمجھنے کے بجائے اس کے پہننے کا اہتمام کرنا چاہئے عرب کے عام لوگوں کا بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا کوئی شرعی دلیل نہیں ہے، لہذا ان کے فعل کی بنیاد پر ننگے سر نماز پڑھنے کی عادت بنانا درست نہیں، عرب کے دیندار اور علماء حضرات ٹوپی اور عمامہ کے ساتھ ہی نماز ادا کرتے ہیں۔

عمامہ اور ٹوپی پہننے پر احادیث و آثار ذیل میں آرہے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

بعض روایات سے رسول اللہ ﷺ کے پاس تین طرح کی ٹوپیاں ہونا ثابت ہے، ایک قسم وہ تھی جو سر کے ساتھ چپکی ہوئی ہوتی تھی، دوسری وہ تھی جو سر سے کسی قدر اونچی ہوتی تھی جبکہ تیسری قسم کی ٹوپی مذکورہ دونوں قسم کی ٹوپیوں سے نسبۃً زیادہ بڑی اور کشادہ ہوتی تھی کہ کان بھی اس سے ڈھک جاتے تھے، اور ٹوپیاں کبھی عمامہ کے نیچے بھی پہنتے تھے اور کبھی بغیر عمامہ بھی پہنتے تھے۔

فی کتاب الوسیلة للموصلی (۶/۱۰۶)

☆ عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما قال كان رسول اللّٰه ﷺ يلبس قلنسوة بيضاء.

☆ عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت كان رسول اللّٰه ﷺ فی السفر القلانس ذوات الأذان وفی الحضر المشمرة تعنی الشامية.

☆ عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال كان للنبی ﷺ ثلاث قلانس، قلنسوة مصرية بيضاء وقلنسوة بردة حبرة، وقلنسوة ذات اذان يلبسها فی السفر وربما وضعها بين يديه ويصلی اليها.

☆ عن حريز بن عثمان قال: لقيت عبداللّٰه بن بسر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه فقلت! اخبرنی ! قال رأيت رسول اللّٰه ﷺ وله قلنسوة طويلة قلنسوة ذوات ا ذان وقلنسوة لاطيه.

☆ فی كنز العمال (۷/۱۲۱) كان يلبس القلانس تحت العمائم وبغير العمائم ويلبس العمائم بغير القلانس، وكان يلبس القلانس اليمانية وهن البيض المضربة ويلبس ذوات الاذان فی الحرب وكان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة بين يديه وهو يصلی.

☆ عن ابی يزيد الخولانی انه سمع فضالة بن عبيد يقول سمعت عمر بن الخطاب يقول سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول:

الشهداء اربعة، رجل مؤمن جيدالايمان لقی العدو فصدق اللّٰه حتی قتل فذلک الذی يرفع الناس اليه اعينهم يوم القيامة هكذا، ورفع رأسه حتی وقعت قلنسوته الحديث، رواه الترمذی فی جامعه (۱/۲۹۴) وقال هذا حديث حسن غريب الخ.

☆ عن أبی كبشة قال كان كمام أصحاب رسول اللّٰه ﷺ بطحا، رواه الترمذی (۱/۳۰۸) وقال هذا حديث منكر اه

☆ قال العلامة علی القاری فی المرقاة (۸/۲۴۶) (قوله كمام) بكسر الكاف جمع كمة بالضم كقباب وفيه وهی القلنسوة المدورة، سميت

بها لانها تغطى الرأس (قوله بطحا) بضم الموحدة فسكون المهملة جمع بطحاء اى كانت مبسوطة علىٰ رؤو سهم لازقة غير مرتفعة عنها الخ.

☆ وقال العلامة ابن حجرفى فتح البارى(۱۰/۲۷۲ باب البرانس) اخرج الطبرانى من حديث ابى قرصافة قال كسانى رسول الله ﷺ برنسا فقال البسه،وقال ابن حجر: وفى سنده من لايعرف اھ:

وفى الدرالمختار (۱/۶۴۱)(وكره) هذه تعم التنزيهية التى مرجعها خلاف الاولى فالفارق الدليل (صلاته جاسرا) اى كاشفا (رأسه للتكاسل) ولا بأس به للتذلل واماللاهانة بها فكفر(قوله هذه تعم التنزيهيه) ويعرف ايضا بلادليل نهى خاص بان تتضمن ترك واجب اوترك سنة فالاول مكروه تحريما والثانى تنزيها (قوله للتكاسل) اى لاجل الكسل بان استثقل تغطيته ولم يرها امرا مهما فى الصلوٰة فتركها لذلك ،وهذا معنى قولهم تهاونا بالصلاة وليس معناه الا ستخفاف بها والاحتقار لانه كفر شرح المنية .اھ

فتوی نمبر ۱۵/۴۳/۴۳ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

محمد یعقوب عفااللہ عنہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴

۱۴۲۱/۲/۶ھ

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
احقر محمود اشرف	بندہ عبدالرؤف	محمد عبدالمنان
غفرلہ ۱۴۲۱/۲/۱۸ھ	سکھروی	عفی عنہ
	۱۰-۲-۱۴۲۱ھ	۱۹-۲-۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۱۸-۲-۱۴۲۱ھ

ٹوپی سے اپنا سر ڈھانپنا ایک اسلامی تہذیب ہے:

مردوں کا اپنے سر کو ڈھانپنا ایک قدیم تہذیب ہے اور سر ڈھانپنے کے لئے ٹوپی کا استعمال بھی قدیم زمانہ سے چلا آرہا ہے، گو ٹوپی کی کیفیات میں اختلاف ہوتا رہا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں ایک باب قائم کیا ہے ''باب لبس القمیص'' (ص۸۶۲ ج۲) اس کے ذیل میں علامہ ابن بطال مالکی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

فيه ان لباس القميص من الامرالقديم وكل ماذكر فى حديث ابن عمر من السراويل والبرانس وغيرها (شرح صحیح البخاری لابن بطال ص۸۳ ج۹)

''اس باب میں اس بات کا ثبوت ہے کہ قمیص پہننا اور پاجامہ نیز ٹوپی وغیرہ پہننا، جس کا ذکر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہوا ہے، یہ قدیم امور میں سے ہیں۔''

مردوں کا ٹوپی سے اپنا سر ڈھانپنا قدیم تہذیب ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی تہذیب بھی ہے، چنانچہ ٹوپی، حضرات انبیاء علیہم السلام اور صالحین رحمہم اللہ کے لباس کا حصہ ہے، حافظ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

القلنسوة من لباس الانبياء والصالحين. (عارضۃ الاحوذی ص۲۴۲ ج۷)

آپ ﷺ کی ٹوپی مبارک:

خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی ٹوپی پہننا ثابت ہے، علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وقد كان له عليه الصلوٰة والسلام عمامة تسمى السحاب ويلبس تحتها القلانس اللا طئة. (المواہب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی ص۹ ج۵)

''رسول اللہ ﷺ کا ایک عمامہ تھا، جس کو 'سحاب' کہا جاتا تھا، آپ ﷺ اس عمامہ کے نیچے سر پر مڑھی ہوئی ٹوپی پہنتے تھے۔''

رسول اللہ ﷺ کی ٹوپی کے بارے میں سب سے عمدہ سند والی وہ روایت ہے، جو حافظ ابو محمد بن حیان الملقب بأبی الشیخ رحمہ اللہ نے ''اخلاق النبی ﷺ'' میں ذکر کی ہے، جس میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان ہے:

ان النبی ﷺ کان یلبس من القلانس فی السفر ذوات الآذان وفی الحضر المشمرة یعنی الشامیة. (اخلاق النبی ﷺ ص ۱۰۴)

''نبی کریم ﷺ سفر میں باڑ دار اونچی ٹوپی پہنتے تھے اور حضر میں سمٹی ہوئی یعنی شامی۔''

سر ڈھانپنے کے لئے رسول اللہ ﷺ جس طرح ٹوپی استعمال فرماتے تھے، اسی طرح عمامہ بھی باندھتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ اکثر ٹوپی پہن کر اس پر عمامہ باندھتے تھے نیز بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی پہنتے تھے اور بغیر ٹوپی کے بھی عمامہ کا استعمال فرماتے تھے، حافظ ابن القیم حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کانت لہ عمامة تسمی السحاب کساھا علیا، وکان یلبسھا ویلبس تحتھا القلنسوة، وکان یلبس القلنسوة بغیر عمامة، ویلبس العمامة بغیر قلنسوة (زاد المعاد ج ۱ ص ۸۲)

''رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عمامہ تھا، جسے ''سحاب'' کہا جاتا تھا، جو بعد میں آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا تھا، آپ اس کو باندھتے تھے، اور اس کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے اور کبھی رسول اللہ ﷺ بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی پہنتے تھے، اور کبھی بغیر ٹوپی کے صرف عمامہ بھی زیب تن فرماتے تھے۔''

رسول اللہ ﷺ سے سر برہنہ ہونا حالت احرام میں ثابت ہے اور سوائے احرام کے احیاناً آپ ﷺ برہنہ سر ہوئے ہیں، ورنہ آپ ﷺ کی عام عادت یہ تھی کہ آپ ﷺ کے سر مبارک پر عمامہ یا ٹوپی سجی رہتی تھی، محدث سید محمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الدعامة'' میں ان احادیث کو جمع فرمایا ہے، جو آپ ﷺ کے عمامہ کے ساتھ ٹوپی پہننے اور بغیر عمامہ کے ٹوپی پہننے کی مواظبت پر دلالت کرتی ہیں، آپ کے اس اہتمام کی وجہ سے حافظ ابن العربی رحمہ اللہ نے تو ''عارضة الاحوذی'' (ج ۷ ص ۲۴۲) میں ٹوپی پہننے کو از قبیل سنت قرار دیا ہے۔

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی رسول اللہ ﷺ کی عادات واطوار اور آپ ﷺ کے طرز عمل کا اتباع کرتے ہوئے عام حالات میں برہنہ سر نہیں رہتے تھے، بلکہ ٹوپی یا عمامہ سے اپنے سروں کو ڈھانکتے تھے، جامع ترمذی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

الشھداء اربعة، رجل مؤمن جید الایمان لقی العدو فصدق اللہ حتی قتل، فذلک الذی یرفع الناس الیه اعینھم یوم القیامة ھکذا، ورفع رأسه حتی وقعت قلنسوته، فلا ادری قلنسوة عمر اراد ام قلنسوة النبی ﷺ الحدیث. (جامع ترمذی ج ۱ ص ۲۹۳، ۲۹۴)

''شہدا چار قسم پر ہیں: ایک وہ مؤمن آدمی ہے، جس کا ایمان عمدہ ہو اور دشمن سے مڈبھیڑ کے وقت اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے لڑے اور شہید ہو جائے، اس آدمی (کے بلند درجات) کا حال یہ ہے کہ لوگ قیامت کے دن اس کی طرف اپنی نگاہ اس طرح اٹھائیں گے، یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ نے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا سر اٹھایا یہاں تک کہ آپ کی ٹوپی گر گئی، راوی کہتے ہیں کہ مجھے پتہ نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ٹوپی مراد ہے یا نبی ﷺ کی ٹوپی۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر پر ٹوپی تھی۔

صحیح بخاری میں ہے:

قال (ای سلیمان التیمی) رأیت علی انس برنسا اصفر من خز. (صحیح بخاری ص ۸۶۳ ج ۲)

''سلیمان تیمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ پر ریشم اور اون کی بنی ہوئی زرد رنگ کی مخصوص ٹوپی (جو لباس ہی کا حصہ تھی) دیکھی۔''

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ''برنس'' ٹوپی:

شارح صحیح بخاری علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد لبسه جماعة من الصحابة منهم ابوبكر الصديق وابن عباس والتابعين منهم ابن ابی لیلی وغیره، (ارشاد الساری ج ۱۲ ص ۵۲۳)

بالیقین حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے ''برنس''، ٹوپی (جو لباس ہی کا حصہ ہوتی ہے) پہنی ہے، جن میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں، اور تابعین رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے بھی یہ مخصوص ٹوپی پہنی ہے، جن میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ وغیرہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ''برنس'' ٹوپی کا استعمال تھا، جس کو حالت احرام میں پہننے سے منع کیا گیا، صحیح بخاری میں ہے:

عن النبی ﷺ قال لایلبس المحرم القمیص ولاالعمامة ولاالسراویل ولاالبرنس (الحدیث)

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۹ و ج ۲ ص ۸۶۴)

''نبی ﷺ نے فرمایا کہ مُحرم آدمی قمیص، عمامہ، پاجامہ اور برنس نہیں پہنے گا۔''

ٹوپی کی طرح عمامہ کا استعمال بھی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں رہا ہے، حضرت عبداللہ بن عتیک اور حضرت عبیداللہ بن عدی بن خیار رضی اللہ عنہما میں سے ہر ایک کے عمامے کا ذکر صحیح بخاری میں اور حضرت انس بن مالک، حضرت عمار بن یاسر اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم جیسے بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمامے کا ذکر مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کتب حدیث میں ملتا ہے، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن حازم وغیرہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمامے زیب تن کرنے اور شملہ چھوڑنے کی کیفیت تک کا بیان حدیث کی کتابوں میں ہوا ہے۔

تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے زمانے میں ٹوپی:

تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ میں بھی عام حالات میں عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانکنے کا معمول تھا، چنانچہ حضرت ابواسحٰق سبیعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی ٹوپی کا ذکر صحیح

بخاری (ج ۱ ص ۱۵۹) میں آیا ہے۔

ابن بطال مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال مالک :العمة والاحتباء والانتعال من عمل العرب،ولیس ذلک فی العجم،وکانت العمة فی اول الاسلام،ثم لم تزل حتی کان هؤلاء القوم،قال ابن وهب،وحدثنی مالک انه لم یدرک احدامن اهل الفضل:وحدثنی مالک انه لم یدرک احدامن اهل الفضل :یحی بن سعید وربیعة وابن هرمزالاوهم یعتمون ولقد کنت فی مجلس ربیعة وفیه احد وثلاثون رجلا مامنهم رجل الاوهو معتم وانا منهم (شرح صحیح البخاری لابن بطال ج ۹ ص ۸۹)

''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمامہ باندھنا، گوٹ لگانا اور جوتے پہننا عرب کے عمل میں سے ہے، یہ عجم میں نہیں تھا اور عمامہ باندھنا ابتداء اسلام میں تھا، پھر یہ مسلسل رہا، تا آنکہ ابناء زمانہ بھی اسی پر قائم ہیں، ابن وہب فرماتے ہیں کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ انہوں نے اربابِ فضل یحییٰ بن سعید، ربیعہ اور ابن ہرمز رحمہم اللہ میں سے ہر ایک کو عمامہ باندھتے ہوئے پایا اور میں ربیعہ کی مجلس میں تھا، اس میں اکتیس شرکاء مجلس تھے، ان میں سے ہر ایک عمامہ باندھے ہوئے تھا اور میں بھی ان میں سے تھا۔''

ننگے سر رہنا مکروہ بھی اور انتہائی قبیح فعل ہے:

سطورِ بالا سے مسئلہ کا ایک پہلو اور تصویر کا ایک رخ سامنے آ گیا کہ مردوں کا عام حالات میں اپنے سر کو ٹوپی یا عمامہ سے ڈھانکنے کا رواج قدیم زمانہ سے چلا آ رہا ہے، رسول اللہ ﷺ کا عام معمول بھی یہی تھا، خیر القرون میں بھی اس کا معمول رہا ہے اور سلف سے خلف تک یہ معمول برابر جاری ہے، اسی لئے بعض حضرات لوگوں کے سامنے مردوں کے برہنہ سر ہونے کو مکروہ قرار دیتے ہیں، ''غنیۃ الطالبین'' میں ہے:

ویکره کشف رأسه بین الناس (غنیة الطالبین ج ۱ ص ۱۳)

کراہت کے قول میں کلام ہو تو ہو، لیکن اس کے خلاف مروت ہونے میں دو رائے

نہیں ہیں، امام ابن جوزی رحمہ اللہ کی ''تلبیس ابلیس'' میں ہے:

ولایخفی علی عاقل ان کشف الرأس مستقبح وفیه اسقاط مروة وترک ادب (تلبیس ابلیس ص ۳۷۳)

''کسی عقلمند پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ برہنہ سر رہنا انتہائی قبیح ہے اور یہ خلاف مروت اور بے ادبی ہے۔''

دوسرا پہلو اور تصویر کا دوسرا رُخ:

مسئلہ کا دوسرا پہلو اور تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ نماز کی حقیقت بارگاہ خداوندی میں حاضری ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ پورے ادب واحترام کے ساتھ حاضر ہو، اور منجملہ آداب واحترام کے ٹوپی اور عمامہ سے یا دونوں میں سے کسی ایک سے سرڈھانپنا ہے، دیکھئے! لباس کی دو حدیں ہیں، ایک واجب اور دوسری مستحب، قرآن مجید نے سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۶ میں لباس کو انہی دو حدوں میں تقسیم کیا ہے،

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یٰبنی آدم قدانزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم وریشا﴾

''اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے لئے وہ پوشاک اتاری ہے، جو تمہارے ستر کو چھپاتی ہے اور آرائش کے کپڑے اتارے ہیں۔''

پھر آیت نمبر ۳۱ میں ارشاد ہے:

﴿یٰبنی آدم خذوازینتکم عند کل مسجد﴾

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ایک حد تو وہ ہے جس کا ڈھانکنا واجب وفرض ہے اور وہ قابل شرم اعضاء اور ان کے ملحقات ہیں اور دوسری حد آرائش کا لباس ہے، یہ بھی نماز میں مطلوب ہے، ابوحیان اندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والذی یظھران ''الزینة''ھومایتجمل به ویتزین عندالصلاة ولا یدخل فیه مایستر العورة لان ذلک ماموربه مطلقا.(البحرالمحیط ج ۴ ص ۲۹۲)

''ظاہر یہ ہے کہ ''زینت'' ہر وہ لباس ہے، جس سے نماز کے وقت تجمل وتزین حاصل ہو، اور زینت میں وہ کپڑا داخل نہیں ہے، جو ستر کو چھپانے والا ہو، اس لئے کہ وہ تو مطلقاً مامور بہ ہے''۔

اور آرائش کے لباس کی حد صرف مونڈھوں تک نہیں ہے، یہ تو ایک درمیانی صورت ہے، کامل آرائش یہ ہے کہ سر اور ٹخنوں کے اوپر تک جو بھی آرائش اور زینت کا لباس ہے اس کو پہن کر نماز پڑھی جائے، اس اعتبار سے عمامہ اور ٹوپی سے یا ان میں سے کسی ایک سے سرڈھانکنا آرائش کے قبیل سے ہے، لہذا سرڈھانپ کر نماز پڑھنی چاہئے۔

نماز کے وقت زینت اختیار کرنے کے حکم قرآنی اور ارشاد نبوی ﷺ ''ان اللہ عزوجل احق من ان تزین لہ'' (اللہ عزوجل زیادہ مستحق ہیں کہ آپ اس کے لئے زینت وآرائش اختیار کریں) کے پیش نظر حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے نماز میں قمیص وتہبند یا قمیص و پاجامہ وغیرہ کے ساتھ ساتھ عمامہ یا ٹوپی سے سرڈھانکنے کو مستحب قرار دیا ہے۔

''الفقه الاسلامی'' میں ہے:

والمستحب شرعاان یصلی الرجل فی ثوبین ......کما یستحب تغطیة الرأس.(الفقه الاسلامی وادلته ج ۲ ص ۹۸۲)

''مرد کا دو کپڑوں میں نماز پڑھنا شرعاً مستحب ہے...... جیسے سرڈھانپنا مستحب ہے''۔

''البحر الرائق'' میں ہے:

والمستحب ان یصلی فی ثلاثة اثواب قمیص وازار وعمامة.(البحرالرائق ج ۱ ص ۲۶۹)

''مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑوں میں نماز پڑھے، قمیص، ازار اور عمامہ میں''۔

ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کا فتویٰ

سستی کی وجہ سے یا غیر اہم معاملہ خیال کر کے کھلے سر نماز پڑھنے کو حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے۔ ''الفقہ الاسلامی'' کی ''مکروہات صلاة'' کی بحث میں ہے:

والصلوٰۃ حاسرا (کاشفا) رأسه للتكاسل......والكراهة هنا تنزيهية اتفاقا. (الفقه الاسلامی وادلته ج ۲ ص ۹۸۲)

اور سستی کی وجہ سے کھلے سر نماز پڑھنا (مکروہ ہے) اور یہاں کراہت بالاتفاق تنزیہی ہے۔"

ويكره ان يصلى حاسرا رأسه تكاسلا،بان استثقل تغطيته ولم يرها امراً مهما فى الصلوٰة فتركها لذلك،ولابأس اذافعله تذللا وخشوعا،وقوله "لابأس"يدل على ان الاولى ان لايفعله وان يتذلل ويخشع بقلبه فانها من افعال القلب. (شرح منیۃ المصلی ص ۳۴۸)

"اور سستی کی وجہ سے کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، بایں طور کہ نماز میں سر ڈھانپنے کو بوجھ سمجھ کر اور اس کو غیر اہم معاملہ خیال کر کے چھوڑ دے، جب تذلل اور فروتنی کے لئے کھلے سر نماز پڑھے تو مضائقہ نہیں ہے، ماتن کا قول "لابأس" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اس غرض سے کھلے سر نماز پڑھے اور تذلل اور فروتنی قلب سے اختیار کرے، اس لئے کہ یہ قلب کے افعال میں سے ہیں"۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

"چونکہ نماز میں صرف ستر پوشی ہی مطلوب نہیں، بلکہ لباس زینت اختیار کرنے کا ارشاد ہے، اس لئے مرد کا ننگے سر نماز پڑھنا یا مونڈھے یا کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، خواہ قمیص ہی نیم آستین ہو یا آستین چڑھائی گئی ہو بہر حال نماز مکروہ ہے اسی طرح ایسے لباس میں بھی نماز مکروہ ہے، جس کو پہن کر آدمی اپنے دوستوں اور عوام کے سامنے جانا قابل شرم و عار سمجھے، جیسے صرف بنیان بغیر کرتے کے اگر چہ پوری آستین بھی ہو یا سر پر بجائے ٹوپی کے کوئی کپڑا یا چھوٹا دستی رومال باندھ لینا کہ کوئی سمجھدار آدمی اپنے دوستوں یا دوسروں کے سامنے اس ہیئت میں جانا پسند نہیں کرتا، تو اللہ رب العالمین کے دربار میں جانا کیسے پسندیدہ ہوسکتا ہے؟ سر مونڈھے کہنیاں کھول کر نماز کا مکروہ ہونا آیت قرآنی کے لفظ "زینت" سے بھی مستفاد ہے اور رسول کریم ﷺ کی تصریحات سے بھی"

(معارف القرآن ج ۳ ص ۵۴۴)

الغرض عام حالات میں ننگے سر نماز پڑھنا، نماز کے وقت تزین و آرائش اختیار کرنے کے حکم قرآنی کے خلاف ہے، نیز ارشاد نبوی "ان اللہ عزوجل احق من ان تزین لہ" کے بھی خلاف ہے اور سنت متوارثہ اور صدیوں کے عمل متوارث کے بھی خلاف ہے، اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ اب تو مسلمانوں میں بھی کھلا سر رہنا ہی عام رواج ہے، تو جاننا چاہئے کہ یہ ایک فیشن ہے، اس کا اعتبار نہیں، اعتبار اسلامی تہذیب کا ہے، چنانچہ خیر القرون سے سر ڈھانپنے کا جو معمول چلا تھا، کہ رسول اللہ ﷺ، حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین سلف صالحین، مشائخ و محدثین اور ائمہ دین رحمہم اللہ عام حالات میں عمامہ اور ٹوپی سے سر ڈھانکتے تھے، ان کی یہ عادت نہ تھی کہ کھلے سر پھریں یا کھلے سر نماز پڑھیں، وہ معمول آج تک دیندار اور سمجھدار طبقہ میں برقرار ہے، اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ حج میں تو مرد کو برہنہ سر رہنا پڑتا ہے، جب اس عبادت میں کھلے سر رہنا مطلوب ہے، تو عام حالات میں نماز بھی کھلے سر ہی ادا کرنا چاہئے، اس کا جواب یہ ہے کہ حج چونکہ مخصوص مکان میں مخصوص وقت میں ادا کی جانے والی مخصوص عبادت ہے، لہٰذا برہنہ سر ہونے میں اس پر نماز جیسی عبادت کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

ایک وہم اور اس کا ازالہ:

کھلے سر نماز پڑھنے میں ایک قباحت یہ بھی ہے کہ اس میں نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے، وہ اپنی عبادت میں اور احترام کے ہر موقع پر سر کھلا رکھتے ہیں، اگر پہلے سے ٹوپی پہنی بھی ہو، تو وہ لوگ ایسے مواقع میں اسے اتار دیتے ہیں۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ کھلے سر نماز پڑھنا سنت یا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ٹوپی یا عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا ثابت نہیں ہے، ان حضرات کا یہ خیال صحیح نہیں، سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۳۱ سے نماز میں تزین مطلوب ہونا ثابت ہوتا ہے، اور یہ عجیب بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عمامہ باندھنا ثابت ہے اور ٹوپی کا تذکرہ بھی آیا ہے، پھر عام حالات میں تو آپ تزیین کے لئے یہ لباس زیب تن فرماتے ہوں اور جب نماز کا وقت آتا ہو، تو ان کو اتار کر نماز پڑھتے ہوں!!! یہ محض من گھڑت بات ہے، رسول اللہ

ﷺ سے قطعاً یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے کپڑا ہوتے ہوئے بلا کسی عذر کے کبھی ننگے سر نماز پڑھی ہو، یا آپ ﷺ نے ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہو، ومن ادعى فعليه البيان، آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمامے اور ٹوپیوں کے ساتھ نماز پڑھنا خود صحیح بخاری سے ثابت ہے، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان القوم يسجدون على العمامة والقلنسوة،

''قوم عمامے اور ٹوپی پر سجدہ کرتی تھی'' (صحیح بخاری ج۱ ص۵۶)

مذکورہ اثر میں ''قوم'' سے مراد حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتح الباری'' (ج۱ ص۵۸۸) میں نقل فرمایا ہے:

رہی وہ روایت جو امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اور حافظ ابن عساکر رحمہما اللہ وغیرہما نے ذکر کی ہے کہ ''وكان ربما نزع قلنسوة فجعلها سترة بين يديه وهو يصلي'' (رسول اللہ ﷺ کبھی کبھار اپنی ٹوپی کو اتار کر اپنے سامنے اس کو سترہ بنا لیتے تھے اور اس حال میں آپ ﷺ نماز ادا فرماتے تھے) سو اس روایت میں کلام ہے، بر تقدیر صحت سترہ کی ضرورت و عذر پر محمول ہے، لہذا اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ بلا عذر بھی سر کھولے ہوئے نماز پڑھنا سنت یا مستحب ہے۔

بعض حضرات کہا کرتے ہیں کہ بغیر ٹوپی کے بھی نماز تو ہو جاتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یوں تو بغیر قمیص کے نماز پڑھنے والے کی نماز بھی ہو جاتی ہے یعنی فریضہ ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے لیکن اس طرح نماز ہو جانے کا یہ مطلب تو نہیں کہ انسان بلا کسی عذر کے مستحب امر کو با مروت و شریفانہ ہیئت کو ترک کر کے نماز پڑھنے کی عادت بنا لے، لہذا ہر مسلمان مرد کو کوشش کرنی چاہئے کہ ٹوپی یا عمامہ کا عام معمول بنا لے، ورنہ کم از کم نماز کے دوران ٹوپی یا عمامہ کا اہتمام کرے، اللہ تعالیٰ شانہ عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

پندرہواں باب

عمامہ کی فضیلت والی احادیث پر اعتراضات کا تسلّی بخش جواب

بعض قلیل مطالعہ لیکن محبّب مقیّب رطب اللّسان عوام کی نظروں، علماء اور حقیقت بین نظروں میں جہلاء اس قسم کی احادیث کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ یہ احادیث ضعیف موضوع مجروح ہیں وغیرہ وغیرہ اس کے متعلق جوابات حاضر ہیں۔

صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کا ارشاد:

عمامہ شریف کی احادیث مختلف طریق کے لحاظ سے متواتر المعنی کا معنی (درجہ) رکھتی ہیں، چنانچہ علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اپنے رسالہ ''المقامۃ الغدیہ'' (قلمی) میں لکھتے ہیں:

انه ثبت بالاخبار والآ ثار انه ﷺ تعمم بالعمامة مما كادان يكون متواترا في المعنى.

آثار واخبار سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ دائمی طور پر عمامہ مبارک استعمال فرماتے اور یہ ثبوت (وباصطلاح فن حدیث) متواتر المعنی کے طور حاصل ہوا ہے۔

جب عمامہ شریف کی سنت تواتر سے ثابت ہے تو اس کا انکار کس درجہ اشد واکبر ہوگا، اسی وجہ سے فقہاء کرام نے عمامہ شریف کے استخفاف اور استحقار کو کفر لکھا ہے۔

عمامہ شریف کی سُنّیت کا انکار کرنے والا کافر ہے

فقہاء کرام رحمہم اللہ کا متفقہ فتویٰ:

چنانچہ خاتم الفقہاء والمفتیین حضرت علامہ سید زین العابدین ردالمحتار اور نہر الفائق علی بحر الرائق وجیز کردری سے نقل کر کے لکھتے ہیں:

لو لم یر السنّة حقا كفر لانه استخفاف

اگر کوئی عمامہ شریف کی سنیت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے اس لئے کہ عمامہ شریف کی سنیت کا استخفاف واستحقار کفر ہے۔

استہزاء بھی کفر ہے:

عمامہ تو عمامہ (سبحان اللہ) ارسال عذبہ (یعنی شملہ چھوڑنا جو کہ عمامہ کی فرع اور سنت

غیر مؤکدہ ہے، کے متعلق علماء کرام نے فرمایا کہ اس کے ساتھ استہزاء بھی کفر ہے، **کمانص علیه الفقهاء الكرام وامروا متبركة حيث يستهزى به الحرام كيلايقعوا في الهلاک سبوء الكلام.**

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ کا ارشاد:

اگر چہ ان میں روایات ضعیفہ بھی ہیں لیکن طریق متعدہ کی وجہ سے مرتبہ حسن بلکہ صحیح کے درجہ میں پہنچی ہیں، چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری کی المقامۃ العذیہ قلمی میں ہے:

وكذاورد تحريصه عليه السلام على التعميم في احاديث كثيرة ولو من طريق ضعيفة يحصل من مجموعها قوة ترقيها الى مرتبة الحسن بل الصحة.

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا ارشاد:

اور وہ سب روایات ضعیفہ بھی نہیں بلکہ ان میں بکثرت سنداً صحیح بھی ہیں مثلاً جو حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے، صحیح ہے، کیونکہ اس کی سند میں نہ کوئی وضّاع ہے اور نہ متہم بالوضع نہ کوئی کذّاب اور نہ متہم بالکذب نہ اس میں عقل یا نقل کی مخالفت، علاوہ ازیں خاتم الحفاظ امام جلال الملۃ والدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا اور وہ اپنی اصل کتاب کے خطبہ میں لکھتے ہیں:

تركت القشر واخذت اللباب وضعته عماتروبه وضاع او كذاب

یعنی میں نے اس کتاب میں پوست چھوڑ کر خالص مغز لیا ہے اور اسے ہر ایسی حدیث سے بچایا ہے جسے کسی وضاع یا کذاب نے روایت کیا ہے۔

المقامۃ الغدیہ میں ہے:

دور سابق میں بعض نے صرف پگڑی اتار کر چھوٹا سا کپڑا سر پر باندھا تو فقہاء کرام کے ہدف ملامت ٹھہرے چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ المقامۃ الغدیہ میں لکھتے ہیں کہ:

وامامااحدثه فقهاء زماننا من الهم ياتون المسجد همامة كبيرة يضعونها ويلفون بلفافة صغيرة وضعون بغير عمامة فمكروه غاية كراهة.

مرقات میں ہیں:

بلکہ بعض یمنی مشائخ نے صرف ٹوپی کی عادت بنائی تو بھی فقہاء کی ملامت سے نہ بچ سکے، چنانچہ یہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات ج ۴ ص ۴۲۷ میں لکھتے ہیں، لکن صار شعار البعض مشائخ اليمن والله اعلم بمقاصدهم ونياتهم.

حقیقت عیاں ہے:

جب واضح ہوگیا کہ پگڑی باندھنا حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے اور ٹوپی مشرکین اور کفار کی وضع اور بعض ٹوپیاں فساق اور مبتدعین کا شعار مثلاً لوگ گاندھی اور نہرو اور دیگر ہندوؤں مشرکین کفار کی سی ٹوپیاں پہنتے ہیں اور ایسا فعل مکروہ ہے جیسے علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

فالمسلمون يلبسون القلنسوة وفوقها العمامة اما لبس القلنسوة وحدها فترى المشركين فالعمامة سنة.

مسلمان ٹوپیاں پہن کر اوپر سے عمامے باندھتے ہیں، تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے تو عمامہ سنت ہے اور جو فعل حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت مواظبہ کا خلاف یقیناً مکروہ ہے۔

چنانچہ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ بحر الرائق ج ۳ ص ۳۴ میں لکھتے ہیں:

ان السنة اذا كانت مؤكدة قوية الاببعدان يكون تركها كراهة تحريم

بے شک وہ فعل سنت مؤکدہ ہے اس کا ترک مکروہ تحریمی ہے۔

جس زمانہ میں سنت مصطفیٰ ﷺ کو امت یک لخت ترک کردے اس سنت مصطفیٰ ﷺ کو زندہ کرنا سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

جس عمل کے ساتھ کسی غیر مذہب والے کے ساتھ تشابہ لازم آتا ہو تو اسی عمل سے بچنے کے لئے شدید تاکیدیں واقع ہوتی ہیں، مثلاً نماز میں منہ اور ناک بند رکھنا مکروہ ہے، اس

لئے کہ اس طرح سے مجوسیوں سے مشابہت ہوتی ہے، کیونکہ وہ آگ کی پرستش کے وقت اس کے دھویں سے بچنے کے لئے منہ اور ناک بند رکھتے ہیں، اب ہمیں اس فعل سے روکا گیا، اسی طرح کمر میں کپڑا باندھنا مکروہ ہے اسی طرح امام کا طاق میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ ان میں اہل کتاب سے تشابہ ہوتا ہے، جب اہلِ اسلام کو غیر مسلموں کے شعار سے تشابہ سے روکا گیا، پگڑی نہ باندھنا اور سر پر ٹوپی وغیرہ مبتدعین کا شعار نہیں ہے تو پھر اہل اسلام کیوں غیروں کو خوش کرتے ہیں..........؟

شرم تم کو مگر آتی نہیں

دورنگی چھوڑ دے، یک رنگ ہو جا
یا سراسر موم ہو جا، یا سنگ دل ہو جا

سولھواں باب

عمامہ شریف کے کچھ اہم مسائل

عمامہ باندھنا سنت ہے:

تمام علماء دین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عمامہ شریف باندھنا سنت ہے لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ سنت کس درجہ کی ہے اکثر علماء وفقہاء کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ منجملہ سنن زوائد ہے یعنی سنت زائدہ غیر مؤکدہ ہے، لیکن شعار اسلام وفرق بین المسلمین وبین المشرکین وسنت دائمہ ومستمرہ ہونے کی وجہ سے سنت موکدہ سے دور نہیں، لہذا ہمیشہ سر پر باندھنا بہت اچھا وافضل ہے جیسا کہ اس کے فضائل میں پیچھے کافی احادیث مبارکہ گذر چکی ہیں۔

عمدۃ القاری عینی صفحہ نمبر ۱۸، جلد ۱۸ میں ہے:

عن الزبیر بن جوان عن رجل من الانصار قال جاء رجل الی ابن عمر فقال یااباعبدالرحمٰن العمامة سنة ؟فقال نعم. عینی منقول از کتاب الجهاد لابن ابی عاصم.

ترجمہ: حضرت زبیر بن جوان ایک انصاری آدمی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ایک آدمی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے ابوعبدالرحمٰن (ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کیا عمامہ شریف سنت ہے......؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں (سنت ہے)

شرم اور تکبر کی بناء پر عمامہ نہ باندھنے والا گنہگار ہے:

جو شخص عمامہ شریف کو سنت جانے لیکن شرم وتکبر کی بناء پر اس کو نہ باندھے تو وہ گنہگار ہوگا اگر بلاشرم وتکبر اسے نہ باندھے تو گنہگار نہ ہوگا لیکن ترک سنت یعنی کراہت تنزیہیہ لازم آئے گی۔

مرقات صفحہ ۲۶۱ جلد ۳ میں ہے ومن علم انها سنة وترکها استنکافا عنها اثم اوغیر مستنکف فلا. اور شامی ۶۱۱ میں بحر سے ہے الحاصل ان السنة ان کانت مؤکدة فترکها مکروه تنزیها.

عمامہ کی سنت کی توہین کرنے والا کافر ہے:

جو شخص عمامہ شریف کو رسول اللہ ﷺ کی سنت جانتے ہوئے برا سمجھے یا ہلکا اور بے قدر سمجھے اور نعوذ باللہ تعالیٰ مندرجہ ذیل قسم کے الفاظ منہ سے نکالے تو شرعاً کافر ہو جائے گا، مثلاً یوں کہے کہ عمامہ میں کیا رکھا ہوا ہے بس بے سود سر پر بار ہے یا یوں کہے کہ عمامہ تو انسان کو بہت برا لگتا ہے یا کہے کہ عمامہ میں تو کچھ بھی حسن نہیں ہے وغیرہ، کیونکہ کسی رسول کی کسی بھی سنت کو ہلکا اور بے قدر سمجھنا شرعاً کفر ہے، کیونکہ کسی سنت کی بے قدری و برائی کی نسبت حقیقۃً اصحاب سنت یعنی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذات کی طرف ہوتی ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی ذات کی طرف برائی و بے قدری کی نسبت صریحاً کفر ہے۔

البحر الرائق صفحہ ۱۲۱ جلد ۵ میں ہے ویکفر باستخفافه بسنة من السنن اور سنتوں میں سے کسی بھی ایک سنت کو ہلکا جاننے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

فتاویٰ بزازیہ موضوع علی ہامش فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۳۲۸ جلد ششم میں ہے الحاصل انه اذااستخف بسنة اوحديث من احاديثه عليه السلام كفر (ترجمہ) حاصل کلام یہ ہے کہ انسان جب کسی بھی سنت یا رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں سے کسی بھی ایک حدیث کو ہلکا جانے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

عالمگیریہ عربی صفحہ ۴۲۳ میں ہے:

من لم يرض بسنة من سنن المرسلين فقد كفر جو شخص انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی سنتوں میں سے کسی بھی ایک سنت کو پسند نہ کرے (یعنی اس کو اچھا نہ جانے) تو یقیناً وہ کافر ہو جائے گا، العیاذ باللہ تعالیٰ۔

مسئلہ نمبر ۱...... عمامہ کی تعظیم کرنی چاہئے:

قطب الارشاد (یہ ایک کتاب کا نام ہے) صفحہ ۱۶۵ میں ہے کہ پائخانہ جاتے وقت معظم اشیاء مثلاً عمامہ شریف، مسواک وغیرہ اپنے پاس نہ رکھنا چاہئے (ان کی تعظیم کی وجہ سے)۔

مسئلہ نمبر ۲...... عمامہ کھڑے ہو کر باندھنا چاہئے:

دستار مبارک کھڑے ہو کر باندھنا چاہئے، ہاں اگر کوئی بزرگ آدمی کسی مجلس میں دستار مبارک باندھنا چاہے اور سمجھتا ہو کہ اگر میں کھڑے ہو جاؤں گا تو میری تعظیم کی وجہ سے سب لوگ کھڑے ہو جائیں گے تو ایسا شخص بیٹھے بیٹھے عمامہ شریف باندھے تو مناسب ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ لملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے قال صاحب المدخل وعليك ان تتسرول قاعدا وتتعمم قائما صاحب مدخل نے فرمایا کہ تو بیٹھے شلوار پہننے اور کھڑے عمامے شریف باندھنے کو لازم کرلے۔ (مرقاۃ صفحہ ۲۵۰ جلد ۸)

وسنت در بستن دستار آنکہ استادہ بہ بندد و سراویل رانشستہ پوشد فی الحدیث من تسرول قائما و تعمم قاعدا ابتلاہ اللہ تعالیٰ ببلاء لا دواء لہ مگر آنکہ او چنان کس باشد کہ بقیام وی ہمہ اہل مجلس برخیزند او را شاید کہ دستار نشستہ بندد۔ (شرح تحفہ صفحہ ۱۵۱)

ترجمہ: عمامہ شریف باندھنے میں سنت یہ ہے کہ اسے کھڑے باندھے اور پائجامہ بیٹھے پہنے، حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص پائجامہ کھڑے پہنے گا اور عمامہ شریف بیٹھے باندھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی مصیبت میں مبتلا فرمائے گا کہ اس کی دوا بھی نہ ہوگی، ہاں اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ اس کے اٹھنے سے تمام اہل مجلس اٹھے تو اس کو درست ہے کہ وہ بیٹھے عمامہ شریف باندھے۔ (شرح تحفہ نصائح فارسی للشیخ محمد گلھوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

مرآۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ مسجد ہو یا باہر مسجد عمامہ شریف کھڑے ہو کر باندھنا چاہئے، (مرآۃ فی کتاب اللباس) بعض نے لکھا ہے کہ کھڑے ہو کر قبلہ رو پگڑی مبارک باندھنا بہتر ہے۔

مسئلہ نمبر ۳...... عمامہ باندھنے کا مستحب طریقہ:

غنیۃ الطالبین لسیدنا شیخ محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانی قدس سرہم العزیز میں ہے (پگڑی باندھنے والا شخص) پگڑی باندھتے وقت اس کا ایک سرا دانتوں میں دبا لے اور پھر سر پر لپیٹے یہ طریقہ مستحب ہے اھ۔ (غنیۃ الطالبین اردو صفحہ ۸۶)

مسئلہ نمبر۴....... عمامہ کھولنے کا صحیح طریقہ:

عمامہ شریف کو جب پھر سے باندھنا ہو تو اسے اتار کر زمین پر پھینک نہ دیا جائے بلکہ جس طرح لپیٹا گیا ہے اسی طرح ادھیڑا جائے یعنی ایک ایک پیچ کر کے کھولا جائے (فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۳۳۰ جلد ۵)

مسئلہ نمبر۵....... ایک ضروری مسئلہ:

جو شخص نماز کی حالت میں اپنے عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرے یعنی جب کہ اس کا عمامہ سر سے نیچے کھسک کر ماتھے پر آگیا ہو تو اس صورت میں اس شخص کی نماز مکروہ ہوگی۔ (البحر الرائق، مراقی الفلاح، حلبی کبیر وغیرہ، فقہاء کرام کے مطلق لفظ کراہت سے معلوم ہوتا ہے کہ کراہت تحریمیہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ نمبر۶....... :اگر نماز میں سر سے عمامہ گر جائے:

اگر عمامہ شریف رکوع یا سجدہ کی حالت میں نمازی کے سر سے گر جائے یا کسی حالت میں اس کا کچھ حصہ ادھڑ جائے تو نمازی شخص اس (عمامہ) کو ایک ہاتھ یعنی فعل قلیل سے اٹھا سکتا اور درست کر سکتا ہے ہاں اگر ایک ہاتھ سے نہ اٹھا سکے یا درست نہ کر سکے تو اس کو ویسے ہی چھوڑ دے، کیونکہ نماز میں دونوں ہاتھوں کا استعمال شرعاً ناجائز ہے۔

مسئلہ نمبر۷....... :ننگے سر نماز پڑھنے کی چار حالتیں:

ننگے سر نماز پڑھنا چار طرح ہے۔

نمبر (۱) حالت احرام میں واجب ہے۔

نمبر (۲) حالت عجز و خشوع میں جائز ہے۔

نمبر (۳) سستی اور بغیر کسی ارادے کے مکروہ ہے۔

نمبر (۴) نماز کی بے حرمتی اور بے قدری کے ارادے سے کفر ہے۔

(الاول فی مراقی الفلاح صفحہ ۳۹۷ والباقی فی الشامی صفحہ ۵۹۹ جلد ۱)

مسئلہ نمبر۸....... :عمامہ باندھنے میں نیت کا مسئلہ:

ہر مسلمان کو چاہیئے کہ ہر سنت پر عمل اس کی سنت ہونے کی وجہ سے کرے، یعنی یہ نیت کرے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کے رسول کریم ﷺ راضی ہوں، اگر کوئی شخص صرف اپنے رسم و رواج یا کسی غیر آدمی کی رضا جوئی یا تکبر و غرور کی بناء پر کسی مسنون فعل پر عمل کرے مثلاً عمامہ شریف باندھے تو وہ موعود برکات و ثوابوں سے محروم رہے گا۔

مسئلہ نمبر۹....... :عمامہ باندھنے میں شملہ لٹکانے کا مسئلہ:

پس پشت پر شملہ لٹکانا مستحب سنت مؤکدہ نہیں رسول اللہ ﷺ کبھی دستار کا شملہ لٹکاتے تھے اور کبھی نہیں فقہاء کے پاس شملہ کے لٹکانے کے متعلق قیاسی دلیلیں بہت ہیں وہ شملہ لٹکانا سنت مؤکدہ سمجھتے ہیں، بعض بائیں طرف لٹکانا مستحب سمجھتے ہیں مگر اس کی سند قوی اور معتبر نہیں، اگرچہ اس بارہ میں بعض نے دلیلیں لکھی ہیں اور علماء متاخرین جہاں زمانے کے طعن و تشنیع و تمسخر کی وجہ سے پانچوں نمازوں کے سوا اور کسی وقت شملہ لٹکانا لازم نہیں سمجھتے اور فتاویٰ حجت و جامع میں لکھا ہے:

ترک الذنب ذنب و رکعتان مع الذنب افضل من سبعین رکعة بغیر ذنب والذنب ستة انواع، للقاضی خمس وثلثون اصبعا للخطیب احدی وعشرون اصبعا وللعالم سبعا وعشرون اصبعا وللمتکلم سبع عشر اصبعا وللصوفی سبع اصابع وللعاصی اربع اصابع

یعنی شملہ نہ چھوڑنا گناہ ہے اور شملہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھنا بلا شملہ ستر رکعتوں سے افضل ہے اور شملہ چھ قسم ہے قاضی کے لئے پینتیس انگل کا شملہ اور خطبہ خوان کے لئے اکیس انگل کا اور عالم کے لئے ستائیس انگل کا اور طالبعلم کے لئے سترہ انگل کا اور صوفی کے لئے سات انگل کا اور عام آدمیوں کے لئے صرف چار انگل کا دستار بیٹھ کر نہ باندھے اور پاجامہ کھڑے ہو کر نہ پہنے چنانچہ علماء اور شرفاء عرب اسی طریق سے عمامہ باندھتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۱۰....... :نماز میں عمامہ کا استعمال ثوب میں زیادتی کا سبب ہوتا ہے:

عمامہ باندھنا سنت ہے خصوصاً نماز میں کہ جو نماز عمامہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اس کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے، عمامہ کے متعلق حدیثیں تفصیل سے گزر چکی ہیں۔

مسئلہ نمبر۱۱....... :عمامہ میں شملہ لٹکانا سنت ہے:

عمامہ باندھے تو اس کا شملہ پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان لٹکالے شملہ کتنا ہونا چاہئے اس میں اختلاف ہے زیادہ سے زیادہ اتنا ہو کہ بیٹھنے میں نہ دبے (عالمگیری)

بعض لوگ شملہ بالکل نہیں لٹکاتے یہ سنت کے خلاف ہے اور بعض شملہ کو اوپر لا کر عمامہ میں گھرس دیتے ہیں یہ بھی نہ ہونا چاہئے خصوصاً حالتِ نماز میں ایسا ہے تو نماز مکروہ ہوگی۔

مسئلہ نمبر۱۲....... :عمامہ کو زمین پر پھینکنا نہیں چاہئے

عمامہ کو جب پھر سے باندھنا ہو تو اسے اتار کر زمین پر پھینک نہ دے بلکہ جس طرح لپیٹا ہے اسی

طرح ادھیڑا جائے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ نمبر۱۳....... :ٹوپی اور عمامہ دونوں مسنون ہے:

ٹوپی پہننا خود حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے۔ (عالمگیری)

مگر حضور اقدس ﷺ عمامہ بھی باندھتے تھے یعنی عمامہ کے نیچے ٹوپی ہوتی اور یہ فرمایا کہ ہم میں اور ان میں فرق ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے یعنی ہم دونوں چیزیں رکھتے ہیں چنانچہ یہاں کے کفار بھی اگر پگڑی باندھتے ہیں تو اس کے نیچے ٹوپی نہیں پہنتے، بعض نے حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ صرف ٹوپی پہننا مشرکین کا طریقہ ہے مگر یہ قول صحیح نہیں، کیونکہ مشرکین عرب بھی عمامہ باندھا کرتے تھے، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں مذکور ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا عمامہ سات گز ہاتھ کا اور بارہ ہاتھ کا بڑا عمامہ تھا بس اسی سنت کے مطابق عمامہ رکھے اور

اس سے زیادہ بڑا نہ رکھے بعض لوگ بہت بڑے عمامے باندھتے ہیں، ایسا نہ کرے کہ سنت کے خلاف ہے مارواڑ کے علاقے میں بہت سے لوگ پگڑیاں باندھتے ہیں جو بہت کم چوڑی ہوتی ہیں اور چالیس پچاس گز لمبی ہوتی ہیں اسی طرح کی پگڑیاں مسلمان نہ باندھیں۔

آخری اہم سوال اور اس کا جواب:

سوال: کیا بوقت ضرورت عمامہ شریف سے عمامہ باندھنے کے علاوہ کوئی اور کام لینا شرعاً درست ہے یا نہیں، مثلاً کبھی سفر وغیرہ میں کوئی ایسی چوٹ آئے جس سے پٹی وغیرہ باندھنے کی ضرورت پڑے تو ایسے وقت میں عمامہ سے یہ کام لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بوقت ضرورت عمامہ شریف سے کوئی اور مباح کام لینا شرعاً درست ہے دلیل ذیل میں بخاری شریف سے حکایت پیش کی جا رہی ہے:

حکایت:

بخاری شریف میں ایک طویل قصہ ہے جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے: حضرت سیدنا رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ انصاری صحابیوں کا امیر بنا کر ابورافع بن ابوالحقیق (جو کہ کافر اور اہل حجاز کا بڑا تاجر اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اشد دشمن تھا) کے قتل کے لئے بھیجا وہ اپنے قلعے میں رہتا تھا، انصاری اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب قلعے کے قریب پہنچے تو حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا کہ آپ سب یہاں ٹھہریں میں تنہا ہی قلعے میں جاتا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ سب کام پورا کر کے آؤں گا۔

بہر حال آپ کسی حیلے سے قلعے میں داخل ہوئے اور گدھوں کے طویلے میں جا چھپے دربان نے قلعے کا دروازہ بند کیا اور اسے تالا لگا کر اس کی چابیاں طاق میں کیل پر لٹکا دیں۔

جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا اور ابورافع بھی اپنے بالا خانہ پر سو گیا تو آپ نے طاق میں سے چابی اٹھائی اور اسی بالا خانہ کی طرف روانہ ہوئے اور ہر ایک دروازے کو اندر کی

طرف سے کنڈی بھی لگاتے گئے، جب آپ بالا خانے پر پہنچے تو وہاں ابورافع اپنے بچوں کے ساتھ سویا ہوا تھا اور روشنی کچھ نہ تھی، آپ اندر داخل ہو کر کہنے لگے ابورافع اس نے یہ آواز سن کر کہا! کون ہے یہ؟ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اس آواز کی رہبری میں آگے بڑھ کر اس پر تلوار کا ایک وار کیا اور واپس پلٹے، اس نے ایک چیخ ماری، آپ سمجھے کہ مقصود حاصل نہ ہوا چنانچہ آپ دوبارہ اس کے پاس پہنچ کر اور اپنی آواز بدل کر فرمانے لگے، ابورافع یہ کیسی آواز تھی؟ اس نے جواب میں کہا کہ تجھ پر تیری ماں روئے! ابھی ابھی ایک آدمی نے یہاں آکر مجھے تلوار ماری ہے، آپ نے اس آواز کی رہبری میں دوبارہ اس پر تلوار کا وار فرمایا لیکن محسوس ایسا ہوا کہ ابھی تک اس کا کام تمام نہیں ہوا ہے، پھر تیسری بار آپ نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر ایسی چبھودی کہ تلوار پیٹھ تک پہنچ گئی۔

جب آپ کو یقین ہوا کہ اس کا کام تمام ہوگیا ہے تو فوراً ہی دہشت زدہ حالت میں دروازوں کو کھولتے اور اترتے ہوئے آخری سیڑھی پر پہنچے اتفاقاً وہاں سیڑھی سے اچٹ گئے اور آپ کا پاؤں بہت چوٹ کھایا پھر آپ نے اپنے عمامہ شریف سے اپنے پاؤں کو باندھا اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے۔

صبح کے وقت جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابورفع کی موت کی خبر اور تمام واقعہ سنایا گیا تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک امیر صاحب کے پاؤں پر پھیرا، پھر تو پاؤں ایسا ٹھیک ہوگیا کہ گویا کبھی اسے چوٹ ہی نہیں آئی تھی۔ (بخاری شریف عربی صفحہ ۵۷۷)

فائدہ:

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت عمامہ شریف سے پاؤں وغیرہ باندھنے کا کام لینا شرعاً درست ہے خلاف اولیٰ وخلاف ادب نہیں بلکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ کام تو صراحۃً ثابت ہے جیسا کہ مندرجہ بالا واقعہ میں حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ سے یہ کام صریحی ثابت ہوا۔

اختتام کلام اور آخری گزارشات

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم عمامہ شریف باندھتے ہیں یا فلاں سنت پر عمل کرتے ہیں تو لوگ ہم پر ہنستے ہیں، مذاق اڑاتے ہیں لہذا ہمیں عمامہ شریف باندھنے میں یا فلاں سنت پر عمل کرنے سے شرم آتی ہے، ایسے لوگوں کی خدمت میں بندہ کی چند معروضات پیش ہیں۔

عزیزم! جاننا چاہئے کہ ہر دور میں نیک لوگوں پر ان کے نیک کام کی وجہ سے ہنسنے اور تمسخر کرنے والے ہوتے رہے ہیں لیکن کاملین نے اس کی ہنسی و تمسخر کی وجہ سے اپنا نیک کام کبھی نہیں چھوڑا، اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان کی شان میں اپنی کتاب مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ ولایخافون لومة لائم (ترجمہ) اور وہ (نیک بندے) کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ (مائدہ آیت ص:۵۴) نیز ارشاد فرمایا ہے کہ **فلاتخشوا الناس واخشوني** ترجمہ: تم لوگوں سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو (مائدہ آیت:۴۴)

اور تمسخر کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "**واذانادیتم الی الصلوٰۃ اتخذوھا ھزواً وَّ لعبا، ذلک بانھم قوم لایعقلون**" ترجمہ: جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو وہ لوگ اس کے ساتھ ہنسی اور کھیل کرتے ہیں یہ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ عقل نہیں رکھتے (مائدہ آیت:۵۸)

اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اذان دیتے تو یہود ان پر ہنستے اور ٹھٹھولیاں کرتے اور کہتے کہ **من این لک صیاح العیر فمااقبح ھذاالصوت** گدھے کی آواز کہاں سے آئی، یہ کیسی بدترین آواز ہے (نعوذ باللہ تعالیٰ منہ) تفسیر خازن وحاشیہ جلالین ص۱۰۲۔

اے عزیز! کیا پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے یہود کے ان تمسخر اور ہنسیوں کی وجہ سے اذان دینی چھوڑ دی، نہیں ہرگز نہیں بلاشبہ وہ اپنے دین میں بہت ہی کامل تھے وہ کسی ہنسنے والے کی ہنسی کو نہیں سنتے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے، ہمیں بھی چاہئے کہ ہم ان ہی کاملین کی اتباع کریں، کسی ہنسنے والے کی ہنسی اور

کسی تمسخر کرنے والے کا تمسخر نہ سنیں، بلاشبہ جو ہنستے ہیں وہ صرف اپنا ہی نقصان کرتے ہیں ہمارے لئے صرف اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کے رسول کریم ﷺ کی رضا وخوشنودی ہی کافی ہے اور اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ دین کے کاموں پر ہنسنا اور تمسخر کرنا بے دین اور بے عقلوں ہی کا کام ہے، دیندار اور عقلمند لوگ ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔

حکایت:

مدینہ میں ایک نصرانی تھا جب اذان میں سنتا اشھدان محمدا رسول اللّٰہ تو کہتا قد حرق الکاذب یعنی جھوٹا جل جائے ایک شب ایسا ہوا کہ وہ اور اس کے اہل وعیال سب سو رہے تھے کہ کوئی خادم گھر میں آگ لے کر گیا ایک چنگاری گر پڑی، وہ اور اس کا گھر اور گھر والے سب جل گئے، اخرجہ ابن جریر عن السدی (تفسیر بیان القرآن ص ۲۴۴)

بہر حال عزیزم! جو غلط بکے گا وہ اس کی ہی گردن میں پڑے گا، اہل حق اور سچے لوگ ہر دور میں اپنی سچائی اور کمال ہمت واستقامت کی وجہ سے جیت ہی جاتے ہیں، کاش کہ حق تعالیٰ عزوجل ہم سب کو اپنے پیارے حبیب ﷺ کی اطاعت واتباع میں مست اور دیوانہ بنائے (آمین ثم آمین) نیز قول باری تعالیٰ ہے "الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین لایجدون الاجھدھم فیسخرون منھم سخر اللّٰہ منھم ولھم عذاب الیم۔ ترجمہ: یہ (منافقین) ایسے ہیں کہ نفلی صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں اور (بالخصوص) ان لوگوں پر (اور زیادہ) جن کو بجز محنت ومزدوری کے اور کچھ میسر نہیں ہوتا (لہذا وہ اسی ہی قدر کو اللہ کی راہ میں صدقہ دیتے ہیں) پس (وہ منافقین) ان سے تمسخر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اس تمسخر کا بدلہ دے گا اور ان کے لئے دردناک سزا ہوگی (توبہ آیت ۷۹)

شان نزول:

غزوۂ تبوک یا کسی اور واقعہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت مبارک میں چار ہزار درہم صدقہ پیش کیا اور عرض کیا کہ میرے ملک میں جملہ

آٹھ ہزار درہم تھے ان کا آدھا عیال کے لئے گھر چھوڑ کر آیا ہوں اور آدھا اللہ کی راہ میں صدقہ دیتا ہوں۔

اور حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ جو کہ مسکین آدمی تھے، اللہ کی راہ میں صدقہ دینے کی نیت سے ساری رات پانی کھینچتے رہے، صبح کو اس کی مزدوری میں کھجور کے دو صاع (تقریباً آٹھ کلو) لے کر اس کا آدھا گھر کے لئے چھوڑا اور آدھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں صدقہ حاضر کیا، یہ دیکھ کر منافقوں نے کہا کہ (حضرت) عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) ریاکار ہے، اپنے دکھاوے کی نیت سے اتنی زیادہ خیرات کیا ہے اور (حضرت) ابوعقیل رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا کہ اس کی نیت یہ تھی کہ یہ بھی اپنے آپ کو صدقہ دینے والوں میں شمار کرے، کیا اللہ تعالیٰ کو اس کی اس تھوڑی خیرات کی پرواہ ہے۔ (روح البیان)

عزیزم! کیا ان منافقوں کی یہ باتیں ایسی نہیں تھیں جن سے انسان کو دکھ پہنچے اور تکلیف ہو، بلاشبہ ایسی تھیں، لیکن انہیں کیا پرواہ کہ جن کا مطمح نظر صرف رضائے الٰہی وخوشنودی حق تعالیٰ ہی ہو گیا ان منافقین کی اس قسم کی باتوں کی وجہ سے صحابۂ کرام نے خیرات دینی چھوڑ دی؟ ہرگز نہیں۔

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ حق تعالیٰ عزوجل نے ان مسلمانوں کی طرف سے منافقوں کو کیسا خوب جواب دیا جب کہ فرمایا سخر اللّٰہ منھم یعنی اللہ تعالیٰ خود ان کو ان کے تمسخر کا بدلہ دے گا نیز انہیں دردناک عذاب دینے کا کیسا اعلان فرمایا جب کہ فرمایا ولھم عذاب الیم اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا ہے کہ جو لوگ کاملوں کی مخالفت کرتے ہیں ان کو تکلیف پہنچاتے ہیں حقیقتاً وہ حق تعالیٰ ہی سے مقابلہ کرتے ہیں، حق تعالیٰ ان کا بدلہ ان سے خود ہی لیں گے، ہمیں چاہئے کہ ہم ہنسی کرنے اور مذاق اڑانے والوں کی باتوں کی طرف کان نہ دیں بلکہ رضائے الٰہی واتباع رسول ﷺ کی طلب واشتیاق میں مست ومجنون رہیں۔

جاننا چاہئے کہ اس آیت مبارکہ میں جس خیرات کا ذکر ہے وہ نفلی خیرات ہی ہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے اور نفلی خیرات شرعاً مستحب ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ شرعی مستحب

کام پر استہزا و تمسخر شرعاً حرام ہے اور یہ منافقوں، بے دینوں اور بے عقلوں ہی کا کام ہے، اللہ تعالیٰ پناہ دے۔

جب حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے وہ خیرات خدمت مبارک میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے اس کے لئے یوں دعا فرمائی **بارک اللّٰہ لک فیما امسکت وفیما اعطیت** اللہ تعالیٰ تیرے اس حصے میں جو کہ تو نے اپنے لئے چھوڑی اور اس حصہ میں جو کہ تو نے اللہ کی راہ میں دیدی تجھے برکت نصیب فرمائے، آپ ﷺ کی اس دعا کی برکت سے آپ کے مال میں اتنی برکت ہوئی کہ آپ کی چار بیویوں میں سے ایک بیوی کو بطور صلح آٹھویں حصے کی چوتھائی تقریباً (۸۰۰۰۰) اسی ہزار درہم ملا اور آپ نے حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تو اپنی اس صاع (تقریباً چار کلو) کو تمام صدقات کے اوپر ڈال دے۔ **سبحان اللّٰہ العظیم وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الذی بالمؤمنین رؤف رحیم .**

ہم سب کے محبوب نبی حضور اقدس ﷺ کی ہر سنت کو زندہ رکھنے سے ہمارے پیارے نبی ﷺ کتنا خوش ہوتے ہیں، یہ ہم سب کو خوب معلوم ہے، جب ہم آپ ﷺ کی سنتِ مبارکہ پر چلیں گے، تو انشاء اللہ تعالیٰ انگریزی تہذیب کا بیڑہ غرق ہوگا، اور سنت نبوی (ﷺ) کا بول بالا ہوگا، بہر حال اب وقت آگیا ہے دیر نہ کریں، پتہ نہیں ہماری موت کا وقت کب ہے، غیروں کے طریقوں کو جلد سے جلد چھوڑ دیں، اور سرکار دو عالم ﷺ کے مبارک طریقوں اور آپ ﷺ کی مبارک سنتوں پر خود بھی چلیں، اور اس کی دعوت سارے عالم کو دیں، اسی میں اور ہماری سارے عالم کی فلاح اور کامیابی ہے.........

اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو (آمین ثم آمین)

سنت مصطفیٰ ﷺ کے احیاء (زندہ کرنے میں) تن من دھن و جان و مال کی قربانی دے کر حضرت بلال و خبیب و زید رضی اللہ تعالیٰ عنھم کا زمانہ اہل زمانہ کو دکھایئے، اس طویل بحث سے میرا مقصد یہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ہر سنت پر عملی اقدام فرمانا چاہئے، اور اسے اپنی زندگی کا سرمایہ سمجھیں تا کہ کل قیامت میں حضور سرور کائنات ﷺ کا قرب نصیب ہو۔

اگر کسی مسلمان بھائی کو پہلی بار عمامہ شریف باندھتے وقت قدرے طبعی شرمندگی خواہ

اپنے نفس کی طرف سے خواہ لوگوں کی وجہ سے محسوس ہوتی ہو تو وہ گھبرائے نہیں، انشاء اللہ تعالیٰ وہ طبعی حالت (شرمندگی) عنقریب تھوڑی ہی مدت میں درست ہو جائے گی، بعض طبائع تو ہر

نئی چیز کے اختیار کرنے سے قدرے منقبض ہوتے ہیں، کیا پھر وہ اس انقباض (طبیعت کی بندش) کی وجہ سے ہر اچھی چیز کو چھوڑ نہیں بیٹھیں، اچھی چیزوں کو نہیں چھوڑنا چاہئے بلکہ اپنے طبائع کی اصلاح کرنی چاہئے اور وہ عادت ڈالنے یعنی چند دن اپنے نفس کو اسی کام پر لگاتار مقید رکھنے سے ہی ہوتا ہے۔

کاش کہ حق تعالیٰ عزوجل ہم سب کو اپنی خواہشات نفسانی کی اتباع سے آزاد فرما کر اپنے پیارے حبیب ﷺ کے ارشادات مبارکات پر تعمیل سے آباد فرمائے، اور ہم سب کو خطوات شیطانیہ پر چلنے سے محفوظ فرما کر اپنے رسول مجتبیٰ ﷺ کے نقش قدم مبارک پر چلنے کی توفیق فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

اور حضور اقدس ﷺ کی مبارک سنتوں کا عاشق اور ان پر چلنے والا بنا دے کہ ہمارا جینا بھی اسلام پر ہو اور ہمارا مرنا بھی اسلام پر ہو اور ہمیں کلمہ والی موت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا محمد وعلی اٰل سیدنا ونبینا ومولانا محمد وبارک وسلم.
واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین .

بندۂ ناچیز وسراپا عیوب
محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

تفاسیر و علوم قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر

دارالاشاعت کی مطبوعہ مستند کتب

تفاسیر و علوم قرآنی

تفسیر عثمانی بعد تفسیر مع عنوانات جدید کتابت ۲ جلد ——— علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، اضافہ عنوانات جناب محمد ولی رازی

تفسیر مظہری اردو ——— ۱۲ جلدیں ——— قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ

قصص القرآن ——— ۴ حصے، ۲ جلد کامل ——— مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

تاریخ ارض القرآن ——— علامہ سید سلیمان ندویؒ

قرآن اور ماحولیات ——— انجینئر شفیع حیدر دانش

قرآن سائنس اور تہذیب و تمدن ——— ڈاکٹر حقانی میاں قادری

لغات القرآن ——— مولانا عبدالرشید نعمانی

قاموس القرآن ——— قاضی زین العابدین

قاموس الفاظ القرآن الکریم (عربی انگریزی) ——— ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی

ملک البیان فی مناقب القرآن (عربی انگریزی) ——— حبان پینس

امثال قرآنی ——— مولانا اشرف علی تھانویؒ

قرآن کی باتیں ——— مولانا احمد سعید صاحب

حدیث

تفہیم البخاری مع ترجمہ و شرح اردو ۳ جلد ——— مولانا ظہور الباری اعظمی فاضل دیوبند

تفہیم المسلم ۳ جلد ——— مولانا زکریا اقبال، فاضل دارالعلوم کراچی

جامع ترمذی ۲ جلد ——— مولانا فضل احمد صاحب

سنن ابو داؤد شریف ۳ جلد ——— مولانا سرور احمد صاحب، مولانا خورشید عالم قاسمی صاحب فاضل دیوبند

سنن نسائی ۳ جلد ——— مولانا فضل احمد صاحب

معارف الحدیث ترجمہ و شرح ۴ جلد ۷ حصے کامل ——— مولانا محمد منظور نعمانی صاحب

مشکوٰۃ شریف مترجم مع عنوانات ۳ جلد ——— مولانا عابد الرحمٰن کاندھلویؒ، مولانا عبداللہ جاوید

ریاض الصالحین مترجم ۲ جلد ——— مولانا شمس الرحمٰن نعمانی مظاہری

الادب المفرد کامل مع ترجمہ و شرح ——— از امام بخاری

مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف ۵ جلد کامل اعلیٰ ——— مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری فاضل دیوبند

تقریر بخاری شریف ——— ۳ حصے کامل ——— حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

تجرید بخاری شریف ——— یک جلد ——— علامہ حسین بن مبارک زبیدی

تنظیم الاشتات ——— شرح مشکوٰۃ اردو ——— مولانا ابوالحسن صاحب

شرح اربعین نووی ——— ترجمہ و شرح ——— مولانا مفتی عاشق الٰہی البرنی

قصص الحدیث ——— مولانا محمد زکریا اقبال، فاضل دارالعلوم کراچی

سیرۃ اور سوانح پر دار الاشاعت کراچی کی مطبوعہ مستند کتب

کتاب	تعارف	مصنف
سیرۃ حلبیہ اردو اعلیٰ ۶ جلد (کمپیوٹر)	سیرۃ النبیؐ پر نہایت مفصل و مستند تصنیف	امام برہان الدین حلبیؒ
سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۷ حصص در ۳ جلد	اپنے موضوع پر ایک شاندار علمی تصنیف مستشرقین کے جوابات کے ہمراہ	علامہ شبلی نعمانیؒ / سید سلیمان ندویؒ
رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ۳ حصے یکجا (کمپیوٹر)	عشق میں سرشار ہوکر لکھی جانے والی مستند کتاب	قاضی محمد سلیمان منصور پوری
محسنِ انسانیت اور انسانی حقوق	خطبہ حجۃ الوداع سے استشہاد اور مستشرقین کے اعتراضات کے جواب	ڈاکٹر حافظ محمد ثانی
رسول اکرم کی سیاسی زندگی	دعوت و تبلیغ سے سرشار حضورؐ کی سیاست اور عملی تعلیم	ڈاکٹر محمد حمید اللہ
شمائلِ ترمذی	حضور اقدسؐ کے شمائل و عادات مبارکہ کی تفصیل پر مستند کتاب	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
عہدِ نبوت کی برگزیدہ خواتین	اس عہد کی برگزیدہ خواتین کے حالات و کارناموں پر مشتمل	احمد خلیل جمعہ
دورِ تابعین کی نامور خواتین	تابعین کے دور کی خواتین " " "	" " " "
جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین	ان خواتین کا تذکرہ جنہوں نے حضورؐ کی زبانِ مبارک سے خوشخبری پائی	" " " "
ازواجِ مطہرات	حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مستند مجموعہ	ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری
ازواج الانبیاء	انبیاء علیہم السلام کی ازواج کے حالات پر پہلی کتاب	احمد خلیل جمعہ
ازواجِ صحابہ کرام	صحابہ کرامؓ کی ازواج کے حالات و کارنامے۔	عبد العزیز الشناوی
اسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	ہر شعبۂ زندگی میں آنحضرتؐ کا اسوۂ حسنہ آسان زبان میں۔	ڈاکٹر عبد الحی عارفیؒ
اسوۂ صحابہ ۲ جلد کامل یکجا	حضور اکرمؐ سے تعلیم یافتہ حضرات صحابہ کرام کا اسوہ۔	شاہ معین الدین ندوی
اسوۂ صحابیات مع سیر الصحابیات	صحابیات کے حالات اور اسوہ پر ایک شاندار علمی کتاب۔	" " "
حیاۃ الصحابہ ۳ جلد کامل	صحابہ کرام کی زندگی کے مستند حالات، مطالعہ کے لئے راہنما کتاب	مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ
طبِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات طب پر مبنی کتاب	امام ابن قیمؒ
نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم	۔ کے حالات اور عربی قصائد مع تراجم پر مشتمل عشق و ادب میں ڈوبی تصنیف	مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ
سیرۃ خاتم الانبیاء	بچوں کے لئے آسان زبان میں مستند سیرت، مدارس میں داخل نصاب	مولانا مفتی محمد شفیعؒ
رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم	مشہور کتاب سیرۃ النبیؐ کے مصنف کی بچوں کے لئے آسان کتاب	سید سلیمان ندویؒ
سیرۃ خلفائے راشدین	مختصر انداز میں ایک جامع کتاب "	مولانا عبد الشکور لکھنویؒ
الفاروق	حضرت عمر فاروقؓ کے حالات اور کارناموں پر محققانہ کتاب	علامہ شبلی نعمانی
حضرت عثمان ذو النورین	حضرت عثمانؓ " " " " " " "	معراج الحق عثمانی
سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم	مختصر و آسان زبان میں حضرت شاہ ولی اللہ — پیارے نبیؐ کی پیاری صاحبزادیاں	ڈاکٹر حقانی میاں
تاریخِ اسلام ۴ حصص در ۲ جلد کامل	آغاز اسلام سے آخری خلیفہ کے زوال تک کی مستند تاریخ	شاہ معین الدین ندویؒ
اخبار الاخیار	ہند و پاک کے مشاہیر صوفیاء کا مستند تذکرہ	شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ
حالاتِ مصنفین درسِ نظامی	پورا درس نظامی تصنیف کرنیوالے ائمہ و علماء کے مستند حالات	مولانا محمد حنیف گنگوہی
نقشِ حیات	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی خود نوشت سوانح۔	مولانا حسین احمد مدنیؒ
جہنم کے پروانہ یافتہ	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیتیں پہنچانیوالے ملعون کفار کے حالات	احمد خلیل جمعہ

ناشر: دار الاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی ۱ پاکستان، فون و فیکس (۲۱۳۱۸۶۱) (۰۲۱)
اور مستند اسلامی و علمی کتب کا مرکز
قرآن پاک
دیگر اداروں کی کتب دستیاب ہیں۔ بیرون ملک بھیجنے کا انتظام ہے۔ / فہرست کتب مفت ڈاک ٹکٹ بھیجکر طلب فرمائیں۔

عمامہ کے فضائل و مسائل
ISBN 969-428-066-4
DIU-7432

E-mail: ishaat@pk.netsolir.com
ishaat@cyber.net.pk